URDU

مختصر أحاديث الصيام أحكام و آداب

مختصر

أحاديث صيام

أحكام و آداب

تالیف:

فضيلة الشيخ

عبدالله صالح الفوزان

اردو ترجمہ بقلم:

ممتاز عالم نسیم احمد نوری مدنی

(داعی ومترجم جالیات مرکز صبیح۔ قصیم، سعودی عرب)

طبعہ ثانیہ

مختصر

أحادیث صیام

أحکام وآداب

بغیر کسی ردوبدل اور حذف واضافہ **طباعت ونشر کا حق** تمام مسلمان بھائیوں کو ہے۔

تألیف.........فضيلة الشيخ/ عبدالله بن صالح الفوزان حفظه الله

ترجمہ..............................ممتاز عالم نسیم أحمد نوری مدنی

اشاعت..............................مئی 2019ء

تعداد اشاعت..............................1100

صفحات..............................126

ٹائپنگ..............................حامد انور محمدی / راشد انور محمدی

تنسیق وترتیب..............................شاہد انور بن نظام الدین خان

عرض مترجم

ان دنوں کی بات ہے جب ناچیز جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں کلیہ حدیث کے مستوی سادس کا طالب علم تھا، یونیورسٹی کے جنوبی گیٹ پر واقع مکتبہ دار النصیحہ میں جاکر وہاں نئی کتابوں کا دیدار ایک شوق سا بن گیا تھا، رمضان کے دن قریب تھے، حسب عادت وہاں کے ذمہ داروں نے کیش کاؤنٹر کے پاس ہی موسم کے اعتبار رمضان سے متعلق کتب و منشورات کی ترتیب لگائی ہوئی تھی، انہیں دنوں مکتبہ میں داخل ہوتے ہی میری نظر فضیلة الشیخ/ عبداللہ صالح فوزان حفظه الله کی أحکام رمضان پر مشتمل مفید ترین کتاب: مختصر أحاديث الصيام -أحكام و آداب پرپڑی، بلوغ المرام پر مؤلف کی شاندار شرح منحة العلام اب بھی زیر مطالعہ تھی، لہذا شیخ حفظہ اللہ نام دیکھتے ہی اسی دن پہلی فرصت میں نے اسے خرید کر مطالعہ شروع کردیا، پھر اسی سال رمضان المبارک کے دنوں میں پہلی مرتبہ اللہ کے فضل وکرم پھر مربّی عزیز ،استاد محترم فضيلة الدكتور /عبدالصبور المدني حفظہ اللہ کے توسط سے منطقہ تبوک میں ساحل سمندر پر واقع خوبصورت شہر محافظة الوجه میں برادر شفیق فضيلة الشخ عبدالرحمن فيض الله السلفي کے ساتھ **دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد وتوعیت جالیات** کے زیر اشراف بر صغیر سے کاروبار کے غرض سے آئے ہوئے بھائیوں کی دینی ارشاد ورہنمائی کا موقع ملا، وہاں پر جہاں دعوتی میدان میں مجھے بہت سی باتیں سیکھنے کو ملیں وہیں موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کتاب کا ترجمہ بھی کرڈالا چونکہ پورا رمضان ہر دن بعد نماز عصر اور قبل از افطار دروس وکلمات کی ذمہ داری تھی ،بنابریں تقریباًہر دن موقع و محل کو مد نظر رکھتے ہوئے اسی کتاب سے مختصراًدرس دیتا رہا، بہر حال یہ کتاب وہیں تیار ہوگئی، پھر دو سال تک منطقہ قصیم میں واقع صبیح اسلامک گائڈینس سینٹر میں بھی ماہ رمضان میں افطاری کے دستر خوان پر ہم وطن بھائیوں کے درمیان اسی کتاب سے درس دیتا رہا، جب شعبان ۱۴۴۰ھ میں

چھٹی پر وطن عزیز آیا ہوا تھا، انہیں دنوں ترجمہ کے مسودہ پر برادران عزیز راشد انور محمدی اور حامد انور کی نظر پڑ گئی دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے دفتر قلم کے مسودے کی طباعت وٹائپنگ مکمل کردی، نظر ثانی کے بعد برادرم شاہد انور نظام الدین خان نے ترتیب وتنسیق کا کام بھی مکمل کردیا اور اللہ کے فضل وکرم سے اس ترجمہ کا طبعہ اولی یکم مئی/۲۰۱۹م کو منظر عام پر آگیا۔

کچھ بھائیوں کی اصرار اور رمضان ۱۴۴۱ھ کے آمد کی مناسبت سے ایک بار پھر معمولی تنقیح و تصحیح کے ساتھ اسے احباب کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، اس اعتراف کے ساتھ کی ترجمہ میں غلطی کا قوی امکان ہے لہذا کسی بھی قسم کی کمی دیکھتے ہی احباب سے نشاندہی کا منتظر ہوں، آپ کی تمام توجیہات ہمارے لئے باعث مسرت ہوں گی۔

آپ کا دینی بھائی:

ابو عبداللہ ممتاز عالم نسیم أحمد نوری مدنی

(قصیم، سعودی عرب)

ibnnasimjeetpuri@gmail.com

مقدمہ برائے طبع سابعہ[1]

تمام تر تعریفیں اللہ رب دو جہاں کیلئے ہیں، درود و سلام نازل ہوں ہمارے آخری نبی حضرت محمد ﷺ، انکے آل واصحاب اور قیامت تک بخوبی ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

بعدازیں:

یہ میری کتاب: ((مختصر أحادیث الصیام-أحکام و آداب)) کے گذشتہ طبعہ کے خاتمہ کے بعد ساتواں طبعہ ہے، میں نے اس بار کتاب کا مکمل مراجعہ کرتے ہوئے خاص طور پر بعض احادیث کی تخریج کے سلسلے میں چند ضروری اضافے کئے ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو ماہ مبارک کے اندر نفع کا ذریعہ، اپنی خوشنودی کیلئے خالص اور نعمتوں والی جنت سے قریب کرنے کا باعث بنائے، یقیناوہ سننے والا قریب اور قبول کرنے والا ہے۔

تحریر کردہ:

عبد الله بن صالح الفوزان

بریدہ -دوشنبہ 1435/10/1ھ

---

(1) یہ پچھلے تمام ایڈیشنوں کے اعتبار سے ہے، ورنہ دار ابن الجوزی کا یہ دوسرا ہی ایڈیشن ہے۔

مقدمہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندوں کو نیک اعمال کے مواسم عطا کر کے احسان کیا، تاکہ ان کے گناہوں کو بخش دے، اور انہیں بہترین بدلہ عطا کرے، اسی رب کریم نے جسے چاہا اسے ان مواسم کو غنیمت جاننے کی توفیق بخشی، پس اس نے اس ذات بابرکات کی اطاعت کرتے ہوئے تقوی اختیار کیا، اور جسے چاہا ذلیل کر دیا اور اس نے اس کے حکم کو ضائع کرتے ہوئے اسکی نافرمانی کی۔

میں اس باری تعالی کی تعریف کرتا ہوں، اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمارے لئے دین و نعمت کو مکمل کیا، اسلام کو ہمارے دین کے طور پر پسند فرمایا، اور ہمارے لئے نیک اعمال کو مشروع کر کے ہمیں اس کے بجاوری کی توفیق عطا کی اور اس پر اجر و ثواب مرتب کیا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی دار نہیں، اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل و أصحاب و قیامت تک بخوبی انکی پیروی کرنے والوں پر درود و سلام کے خوب نذرانے پیش ہوں۔

بعد ازیں:

یہ روزے کے احکام و آداب سے متعلق چند معلومات ہیں، جنہیں میں نے اس موضوع پر اپنے ایک مجموعہ احادیث کی شرح کے طور پر لکھا ہے، اسکے لکھنے میں میں نے درج ذیل امور کو ملحوظ رکھا ہے:

نمبر 1: اختصار کے پیش نظر میں نے اختلافی مسائل اور دلائل کے مناقشہ سے گریز کرتے ہوئے مسئلہ میں موجود سب سے صحیح اقوال اور ضروری مسائل کا انتخاب کیا ہے،

اس لئے کہ میرا مقصد اس کتاب کو آسان انداز میں پیش کرنا ہے، تاکہ مسجد میں نمازیوں کو سنایا جاسکے، بطور خاص عصر کی نماز کے بعد، جیساکہ ہمارے یہاں ائمہ کرام کی عادت ہے؛ کیونکہ میں نے -اپنی محدود اطلاع کے مطابق- کوئی ایسی مفید کتاب نہیں دیکھی جسے حضرات ائمہ رمضان میں اسی طرح پڑھ سکیں، جیساکہ عام اُوقات میں ریاض الصالحین یا دیگر کتابوں سے پڑھا کرتے ہیں۔

نمبر2: کتابک ے حاشیہ کی طوالت کے خوف سے میں نے ہر مسئلہ کے اصل مصدر کا حوالہ نہیں دیا ہے، فقط مخصوص مسائل اور منقولات کے حوالہ جات پر ہی اکتفا کیا ہے۔

نمبر3: میں نے احادیث کی تخریج کے وقت انہیں ان کے اصل مصادر کی طرف منسوب کرنے کا اہتمام کیا ہے؛ اگر حدیث صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کی ہو تو میں اسی پر اکتفا کرتے ہوئے غالبا کچھ اور نہیں ذکر کرتا، لیکن صحیحین کے علاوہ کتب کی حدیثوں کو غالبا کتب سنن کی طرف منسوب کرتا ہوں، اور کبھی کبھار اس پر اضافہ بھی کرتا ہوں؛ اسی طرح میں نے اپنی اطلاع کے مطابق صحابہ اور تابعین سے مروی آثار کی نسبت کا بھی اہتمام کیا ہے۔

گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے ائمہ مساجد – اللہ انہیں توفیق عطا کرے- کو یہ تنبیہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ نماز عصر کے بعد حدیث پڑھنے میں مداومت نہیں برتنی چاہئے، تاکہ لوگ ملل (بوریت) کے شکار نہ ہوں اور ہمہ وقت دلچسپی کے ساتھ سننے کے لئے تیار رہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: (نبی ﷺ ہمارے بوریت اور ملل کا شکار ہونے کے خوف سے ہمیں صرف ہمارے چستی کے وقت ہی نصیحت کیا کرتے تھے)[1]، جس کا مطلب یہ ہے کہ چستی کی رعایت کے ساتھ حاجت کو بھی مد نظر رکھا جائے، یہ بھی خیال رہے کہ لوگوں کے مسجد سے نکل جانے کے خوف سے سلام

---

(1) اس حدیث کو امام بخاری (68) نے روایت کی ہے، اور (يتخولنـــا) کا معنی: آپ ﷺ ہمارے چستی کے وقت کی رعایت کرتے ہوئے نصیحت کیا کرتے تھے، ہمیشہ نصیحت نہیں کرتے تھے۔

پھیرنے کے فورا بعد ہی درس پڑھنا بھی مناسب نہیں بلکہ لوگوں کے اذکار سے فراغت کا انتظار کرنا چاہیئے، تاکہ وہ فراغت کی صورت میں درس کو سن کر مکمل طرح سے استفادہ کر سکیں، جتنے لوگ بھی درس سننے کے لئے مسجد میں موجود رہیں وہی کافی اور باعث خیر ہیں۔

رہی بات یہ کہنا کہ عصر کے بعد حدیث کا پڑھنا بدعت ہے تو یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ نصیحت کے باب سے ہے، لیکن پھر بھی اس پر ہیشگی نہیں برتنی چاہیئے، نصیحت کے تحریری یا غیر تحریری شکل میں ہونے سے بھی کوئی مضـــایقہ نہیں، مختلف مواسم اور مناسبات جیسے: ماہ رمضان، عشرہ ذی الحجہ وغیرہ میں لوگوں کو حسب مناسبت جن مسائل کے جانکاری کی ضرورت ہو؛ ان سے متعلق موضوعات کی تکرار سے بھی کوئی ممانعت نہیں، نبی کریم ﷺ نے حجة الوداع کے موقع پر تین یا چار خطبہ عرض فرمایا تھا۔

میں اللہ تعالی سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ میرے اس عمل کو صالح اور خالص اپنی رضا کیلیئے بنائے، اور اس سے لوگوں کو نفع پہونچائے بے شک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

تحریر کردہ:

عبدالله بن صالح الفوزان

قصیم–بریدہ 1414/6/7ھ

پوسٹ باکس: 12370

پوسٹل کوڈ: 81999

alfuzan1@Hotmail.com

http://www.islamlight.net/alfuzan/

پہلی حدیث: وجوب صیام اور اس کی بعض حکمتوں کا بیان

عَن عبدالله بْنِ عُمَرَ -رضي الله عنهما- أن النبي -ﷺ- قال : ((بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ البيت، وَصَوْمِ رَمَضَانَ)). متفق عليه (1)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر -رضی اللہ عنہما- سے روایت ہے کہ نبی -صلی اللہ علیہ وسلم- نے ارشاد فرمایا: ((اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: گواہی دیناکہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی ا للہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا))۔ متفق علیہ

تشریح: اس حدیث میں صوم رمضان کے وجوب پر دلیل ہے، اور بیان کیا گیا ہے کہ یہ ارکان اسلام اور اسکی عظیم بنیادوں میں سے ہے، جسے اللہ نے عظیم حکمتوں اور حیران کن پنہاں رازوں کے تحت فرض کیا ہے، جو انہیں جان سکا جانا اور جو نہیں جان سکا نہ جانا:

1-صیام کی ایک حکمت اور راز یہ ہے کہ؛ یہ اللہ کی ایک ایسی عبادت ہے جس کے ذریعہ بندہ اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنی محبوب اشیاء تک کو چھوڑ کر اس کا قرب حاصل کرتا ہے، جس سے اس کے ایمان کی سچائی، اللہ کی عبودیت میں اس کا کمال، اللہ کے خاطر سچی محبت اور اس کے پاس موجود نعمتوں کی امید ظاہر ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ اس کے رب کی خوشی اپنی خواہشات کے ترک کرنے میں ہی ہے، لہذا وہ اپنی خوشی کو رب کی خوشی کیلئے قربان کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض مومنین کو اگر بلا عذر ایک دن کا روزہ توڑنے کیلئے مارا یا قید بھی کیا جائے تو بھی وہ ایسا کرنے کیلئے تیار نہ ہوں گے۔

---

(1) اس حدیث کی تخریج امام بخاری (8) اور امام مسلم (16) نے کی ہے۔

2-روزے کا اللہ کی فرمانبرداری اور منہیات سے رک کر تقوی اور تزکیہ نفس کا سبب ہونا بھی اس کی حکمتوں میں سے ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿یا أیھا الذین ءامنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾ [البقرة:183]۔ یقیناً تقوی ہی دنیا وآخرت میں خیر وبھلائی کا سنگم ہے، اور روزہ کے تمام تر فوائد و ثمرات تقوی ہی کے باعث ہیں۔

3-روزے کی حکمتوں میں سے نفس کو شہتوں سے دور رکھنا، اسے اچھے کاموں کا عادی بنانا اور کھانے پینے کی کمی کے ذریعہ بندے کے اندر موجود شیطانی راستوں کو تنگ کرنا بھی ہے، جس سے شیطان کی پکڑ کمزور ہو جاتی ہے اور گناہوں کا سرزد ہونا کم ہو جاتا ہے۔

4-روزے کی حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے دل صاف ہو جاتا ہے اور سوچنے و سمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ شہوت پرستی سے دل سخت ہو جاتا ہے اور اس پر حق کی معرفت مشکل ہو جاتی ہے، روزہ دل اور اعضاء جسمانی کے صحت و قوت کی حفاظت بھی کرتا ہے۔

5-بھوکے فقراء اور مساکین کو دیکھ کر اپنی آسودگی سے اللہ کی نعمتوں کا احساس اور بندے کا اپنے رب کی شکرگذاری بھی روزے کی حکمتوں میں سے ہے، اس کے ذریعہ بندہ اپنے لاچار بھائیوں کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے، اور (سچ کہا گیا ہے کہ) کسی بھی نعمت کی اہمیت کا اندازہ اس کے کھو جانے کے بعد ہی ہوتا ہے!۔

6-کم کھانے کے سبب حاصل ہونے والے طبّی فوائد، کھانے کی ترتیب اور مخصوص مدت تک معدہ کو آرام ملنے سے انسانی جسم کو صحت و توانائی کی فراہمی بھی روزے کی حکمتوں میں سے ہے۔ واللہ المستعان!

خلاصہ کلام یہ کہ روزہ کی کئی عظیم حکمتیں اور فوائد ہیں، اور اس پر اللہ نے ایسے اجر و ثواب مرتب کئے ہیں جن کو ہی تصور کرنے سے روزے دار حضرات پھولے نہ سمائیں، اور یہ خواہش کریں کہ کاش پورا کا پورا سال رمضان ہی رہے۔ واللہ اعلم۔

اے اللہ توسیدھے راستے کی طرف ہماری رہنمائی فرما، ہمیں ہلاکت و بد بختی کے راستے سے محفوظ رکھ، اے اللہ ہمیں دین کی سمجھ عطا کر، اور پیارے نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے ہی ہمیں موت دینا، اے اللہ ہماری، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔

دوسری حدیث: صیام کے شرعی مفہوم کا بیان

عن أَبِي هُرَيْرَةَ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- : ((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ؛ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا، إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ. قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي...)) الحديث. متفق عليه[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((انسان کے ہر عمل کا ثواب بڑھا کر دیاجاتاہے، ایک نیکی (کا أجر) دس کے برابرسے لے کر سات سو گناتک۔ اللہ ﷻ فرماتاہے: **سوائے روزہ کے؛ اسلئے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، (کیوں کہ) وہ اپنی شہوت اور خوراک کو میرے لئے ہی ترک کرتاہے...))** الحدیث۔ متفق علیہ۔

تشریح: یہ حدیث روزہ کے شرعی معنی کی وضاحت کرتی ہے، جو اللہ کی عبادت، فرمانبرداری اور خوشنودی کے حصول کی خاطر کھانے پینے اور شہوت سے رکنے کا نام ہے، جیساکہ حدیث میں لفظ : "من أجلي" سے ظاہر ہوتاہے، اورایک روایت میں ہے کہ: ((بندہ اپنے کھانے پینےاور خواہشات کو میری خاطر ترک کرتاہے))[2]۔

شہوت سے مراد: جماع ہے، لیکن اس سے ہر قسم کی شہوات کو مراد لیاجاسکتاہے۔

---

(1) اسے امام بخاری(1894)،اور مسلم(1151) (164) نے تخریج کی ہے،امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے یہ لفظ بھی(بخاری)کا ہے، اورامام مسلم(165)نے اس کی تخریج حضرت ابوسعید کی حدیث سے کی ہے۔

(2) فتح الباری(4 / 103)۔

ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے: ((بندہ کھانامیری خاطر ترک کرتاہے، پانی میری خاطر ترک کرتاہے، خواہش نفس کومیری وجہ سے ترک کرتاہے، اپنی بیوی سے میرے ہی خاطر علیحدگی اختیار کرتاہے))[1]۔

روزے کے وقت کی تحدید کے سلسلے میں قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ [البقرة:187]۔

پس اللہ تعالی نے کھانے پینے کو طلوع فجر تک حلال قرار دیاہےاور پھر رات تک روزے کی تکمیل کاحکم فرمایا ہے، ان اوقات (طلوع فجر سے رات غروب تک) میں کھانے پینے کے ترک کا یہی معنی ہے۔

کھانے پینے سے مراد منہ یاناک کے ذریعہ پیٹ تک کھانے یاپینے کی چیزوں کاپہونچاناہے،خواہ کھائی یاپی جانے والی چیز کسی بھی نوعیت کی ہو۔

رہی بات رگ یاپٹھوں کے ذریعہ علاج یاغذائیت کے طور پر مریض کودیئے جانے والے طبّی انجیکشـــن وغیرہ کی تواس سلسلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، بعض اسے مطلق طورپرروزہ توڑنے والامانتے ہیں توبعض تفصیل کے قائل ہیں[2]۔

لہذااگرروزے دار انہیں رات تک مؤخر کرلے تو یہی زیادہ بہترہے، فرمان نبوی ﷺ ہے:((شک والی چیز کوچھوڑکر واضح کام کیا کرو))[3]،دوسری حدیث میں

---

(1) صحیح ابن خزیمہ(3 / 197)۔اوردیکھئے: فتح الباری (107/4)۔

(2)دیکھئے: (الفتاوى المتعلقة بالطب وأحكام المرضى)ص(107)،رسالہ:(أحكام الحقن الطبية) ازباحث: عاصم بن عبدالله المطوع۔

(3)اس حدیث کی تخریج امام ترمذی (2518)، نسائی (8/ 328)،اوراحمد(3 / 249)نے کی ہے،اورترمذی نے فرمایاہے: یہ حدیث صحیح ہے۔ اس حدیث کے حضرت انس اورابن عمر رضی اللہ عنہما سے شواہد بھی موجود ہیں۔

ہے:((جو شخص شبہات سے بچ جائے گویا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا))[1] اور جسے ان میں سے کسی چیز کی حاجت درپیش ہو ہی جائے تو غالباً وہ ایسا مریض ہو گا جس کے لئے روزہ افطار کرنا مباح ہوتا ہے۔

پیٹ کی صفائی کیلئے استعمال ہونے والے طبّی انجیکشن سے بھی راجح قول کے مطابق روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے غذائیت ملتی نہیں بلکہ وہ تو پیٹ کو بالکل صاف اور خالی کردیتا ہے۔

دمہ (ربو) یا سانس پھولنے کی بیماری کیلئے استعمال ہونے والے اسپرے (گیس نما دواء) سے بھی اہل علم کے دو قول میں سے راجح قول کے مطابق روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ وہ بھانپ ہے اور معدہ تک نہیں پہونچتا بلکہ سانس کی نالی سے ہو کر پھیپھڑوں تک ہی پہونچتا ہے، اور وہ خوراک کی طرح بھی نہیں ہوتا، اگر فرض کیا جائے کہ اس کا کچھ حصہ معدہ تک پہونچ بھی جاتا ہو تو وہ بہت ہی کم مقدار میں ہو گا، جسے کلی اور مسواک پر قیاس کیا جاسکتا ہے[2]۔

سرمہ اور آنکھ کے قطروں (Drops) سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے حلق میں اسکا ذائقہ محسوس ہو یا نہیں۔

ہاں ناک کے قطرے (Drops) اگر معدہ یا حلق تک پہونچ جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا، کیونکہ ناک معدہ تک پہونچنے کا راستہ ہے، اور حضرت لقیط بن

---

(1) اس حدیث کی تخریج امام بخاری (52) اور مسلم (1599) نے کی ہے۔

(2) دیکھئے: (مفطرات الصیام المعاصرة) ص58۔

صبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں ہے کہ: ((سوائے حالت روزہ کے ناک میں پانی داخل کرنے میں مبالغہ کیا کرو))[1]۔

اے اللہ ہمیں ہمارے دین کی سمجھ عطا کر، اس پر عمل کرنے اور قائم رہنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے لئے آسانی پیدا کر اور ہمیں ہر پریشانی سے محفوظ رکھ، دنیا اور آخرت میں ہماری پردہ پوشی فرما، ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے (آمین)۔

---

(3)اس حدیث کی تخریج امام ابوداود(2366)، ترمذی (788)، نسائی (1/ 66)، ابن ماجہ (1/ 153،142)وغیرہم نے کی ہے، اورامام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تیسری حدیث: صیام کے بعض فضائل کا بیان

عن أبي هريرة -رضي الله عنه- أن رسول الله -ﷺ- قال: ((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ؛ الْحَسَنَةُ بعَشْرِ أَمْثَالِهَا، إِلَى سَبْعِمِائَة ضِعْفٍ. قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي وللصائم فرحتان: فرحة عندفطره،وفرحة عند لقاء ربه، ولخلوف(1) فم الصائم أطيب عندالله من ريح المسك)).متفق عليه (2).

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((انسان کے ہر عمل کا ثواب بڑھا کر دیا جاتا ہے؛ایک نیکی کو دس سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں ہیں: سوائے روزہ کے؛ کیونکہ وہ میرے لئے ہے، اورمیں ہی اسے اس کا(بے حساب) بدلہ دوں گا، بندہ اپنی شہوت اور کھانے پینے کو میرے لئے ترک کرتا ہے،اورروزہ دار کیلئے دوخوشیاں ہیں: ایک روزہ افطار کرتے وقت اور دوسری رب سے ملاقات کے وقت ، روزہ دار کے منہ کی بو(خلوف) اللہ کے لئے مشک(کستوری) کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے))۔ (متفق علیہ)۔

تشریح: اس حدیث میں روزے کی فضیلت اوراللہ کے نزدیک اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے،روزہ کے چاراہم فضائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

---

(1)لخلوف -خاء معجمہ کے ضمہ کے ساتھ- جومنہ کی تبدیلی کو کہاجاتا ہے، باب قعد سے۔ عیاض کہتے ہیں: ہم نے اسے اہل اتقان علماء سے ضمہ کے ساتھ محفوظ کیا ہے، اور اکثر محدثین نے خاء پر فتحہ کو اختیار کیا ہے،جوکہ غلط ہے،اس کا تذکرہ امام خطابی نے إصلاح غلط المحدثين نامی کتاب میں کیا ہے،دیکھئے ص(44)اورفتح الباری(105/4)۔

(2)اسکی تخریج گذرچکی ہے ص(9)۔

نمبر1: روزے داروں کو ان کا ثواب بے حساب عطا کیا جائے گا، کیونکہ تمام اعمال کا بدلہ تو دس سے سات سو گنا تک بڑھا کر دیا جاتا ہے مگر روزے کے ثواب کی کوئی حد ہی نہیں، یہ اللہ کے مرضی پر منحصر ہے، اور اللہ اس کا ثواب بے حد وحساب عطا کرے گا، کیونکہ روزہمیں صبر کی ضرورت ہوتی ہے، اور فرمان باری تعالی ہے: ﴿إنما یوفی الصابرون أجرهم بغير حساب﴾ [الزمر: 10]۔

امام اوزاعی -رحمہاللہ- فرماتے ہیں: انہیں ناپے تولے بغیر بے حساب اجر دیا جائے گا[1]۔

نمبر2:اللہ تعالی نے تمام اعمال میں سے صرف روزے کی نسبت اپنی جانب کی ہے، جس کی وجہ -واللہ اعلم- روزے کا پورے دن جاری ہونا ہے، اس طرح کہ روزے دار چاہت کے باوجود بھی اپنی خواہشات کو دبا کر رکھتا ہے، خاص طور پر گرمی کے دنوں میں جبکہ شدّتِ تپش کے ساتھ دن بھی لمبا ہوتا ہے، اور اس لئے بھی کہ روزہ اللہ اور بندے کے درمیان راز ہوتا ہے، جسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ،گویا وہ ایسا باطنی عمل ہے کہ ،اس پر کوئی مخلوق مطلع نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس میں ریاکاری داخل ہو سکتی ہے۔

نمبر3: روزہ دار اپنے رب سے ملاقات کے وقت ان روزوں کی قبولیت اور اس پر مرتب ہونے والے ثواب اور اجر عظیم کو دیکھ کر خوش ہو گا کہ ربِّ تعالی نے اسے اس عمل کی توفیق بخشی۔

جبکہ افطاری کے وقت اس کی خوشی اپنی عبادت کے باطل کرنے والے اُمور سے حفاظت کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہونچنے اور وقتی طور کے لئے منع کردہ ضروریات کے دوبارہ

(1) تفسیر ابن کثیر (80/7)۔

حصول کے باعث ہوگی، جوکہ محبوب خوشی شمار ہوتی ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالی کی اطاعت اور اس روزہ کے پورا ہونے کی خوشی ہے جس پر ثواب جزیل کا وعدہ کیا گیاہے۔

نمبر4: روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے نزدیک مشک (کستوری) سے بھی زیادہ خوشبو دار ہوگی، یہ خوشبو قیامت کے دن ہوگی، کیونکہ تمام اعمال کے ثواب اسی دن ظاہر ہوں گے، جیساکہ ایک روایت میں ہے: (أطیب عند الله یوم القیامة)[1]، یہ بو اگرچہ دنیا میں لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتی ہے، مگر اطاعت کی وجہ سے ہونے کے سبب یہ اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔

روزے کی فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ گناہوں اور برائیوں کی مغفرت اور معافی کا سبب ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا: (من صام رمضان إیمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه) متفق علیہ[2]۔

لیکن یہ فضائل انسان کو اسی وقت نصیب ہوں گی جب وہ کھانے پینے اور شہوت کو ترک کرنے میں مخلص ہو، اور اس کے اعضاء بھی برائیوں سے رکے رہے ہوں، کیونکہ دراصل ثواب عظیم کا مستحق مشروع صوم کا مطلب ہی یہی ہے، اور نبی ﷺ نے فرمایاہے: (من لم یدع قول الزور والعمل به والجهل فلیس لله حاجة في أن یدع طعامه وشرابه)[3]۔

---

(2) یہ روایت مسلم شریف کی (1151)(163) نمبر حدیث ہے۔

(1) بخاری (92/1)، مسلم (760)، اور فرمان نبوی ﷺ: (من ذنبه) سے ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد صغائر اور کبائر دونوں ہیں، مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد صرف اور صرف صغائر ہیں۔

(2) اسکی تخریج امام بخاری (6057) نے کی ہے، مزید معلومات کیلئے اسی معنی کا کلام شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب "منهاج السنة" (197،198/5) میں دیکھیں۔

اے اللہ ہمارے روزوں کی حفاظت فرمااورانہیں ہمارے لئے شفارسی بنا،اس میں ہمیں اپنی اطاعت پر مدد کر، اور ہمیں اپنی نافرمانی کے راستوں سے محفوظ رکھ، اے اللہ ہماری ،ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما(آمین)۔

چوتھی حدیث: ماہ رمضان کی چند خصوصیات کا بیان

عن أبي هريرة -رضي الله عنه- قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: ((إِذَا دَخَلَ شهر رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَصفدت الشَّيَاطِينُ)). متفق عليه، وفي رواية لمسلم: ((فتحت أبواب الرحمة))[1].

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((ماہ رمضان کی آمد پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، اور شیطانوں کو قید کردیا جاتا ہے))۔ متفق علیہ، مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ: ((رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں))۔

تشریح: یہ حدیث ماہ رمضان کی فضیلت اور اسکی اہم خصوصیات پر دلالت کرتی ہے، اس طرح کہ اللہ نے اس ماہ کو دوسرے مہینوں پر فضیلت بخشی ہے، اور دوسرے مہینوں کے مقابلے اس مہینے میں کچھ ایسی چیزیں رکھی ہیں جن کے سبب عمل صالح اور بھلائی واحسان کی طرف رغبت حاصل ہوتی ہے۔

اس ماہ مبارک میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور یہ -واللہ اعلم- رمضان میں خیر کی کثرت اور بخشش وخوشنودی کے اسباب پر خصوصی توجہ کے سبب ہوتا ہے، اس لئے کہ شرکس شیاطین کی زنجیروں اور بیڑیوں میں بندش اور مسلمانوں کے روزے نماز، تلاوت قرآن اور ذکر وأذکار نیز ہر قسم کے خیر وبھلائی کے اقوال وافعال میں مشغولیت کے باعث زمین میں برائی کم ہوجاتی ہے۔

---

(1) بخاری (1899)، مسلم (1079)۔

جسکا بخوبی اندازہ ہمیں بہت سے نافرمانوں کے اللہ کی طرف رجوع اور توبہ وفرماں برداری سے متعلق حرص اوراس فضیلت والے مہینے میں مسجدوں میں حاضری سے ہوتاہے۔

ہو سکتاہے قید کیاہوا شیطان بھی کبھی تکلیف اور نافرمانی کا سبب بنے، لیکن پھر بھی ایسا رمضان کے علاوہ دنوں کی بہ نسبت بہت ہی کم ہوتاہے، جو کہ روزہ کے نقص وکمال کے اعتبار سے ہوتاہے؛ لہذا اپنے روزے شروط وآداب کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے والا شیطان سے بے خوف ہوتاہے، جبکہ ناقص روزے والے شخص کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہوتی، یہ بھی یادرہے کہ ان کے قید کئے جانے سے یہ لازم نہیں کہ کوئی برائی یامعصیت ہی نہ واقع ہو، اس لئے کہ شیطان کے علاوہ بھی برائی پر اکسانے والے چند اسباب ہیں، جیسے نفوس خبیثہ ، قبیح عادات، شیطان صفت انسان۔ **یایہ کہ قید کئے گئے شیطانوں سے مراد شرکس شیاطین ہیں**، جیساکہ بعض روایات میں آیاہے[1]، اس طرح غیر شرکس شیطانوں کی تاثیر بھی باقی ہوتی ہے،اور حقیقی علم تو اللہ کے پاس ہی ہے۔

لہذا ایک مسلمان کوچاہیے کہ وہ اپنے وقت کو منظم کرے، نیکیوں کے موسم بہار سے استفادہ کرتے ہوئے نیکیوں اور مختلف فرمانبرداری کے کرنے میں جلدی کرے، اور رمضان کی راتوں میں بے وجہ شب بیداری سے اجتناب کرے، تاکہ دن میں چست وپھرت رہے، اس لئے کہ شب بیداری غیر رمضان میں بھی منع ہے، مگر رمضان میں تو یہ ممانعت اور ہی بڑھ جاتی ہے۔ خاص طور سے آلات لہو وطرب یاایسی فضول محفلیں جماکر (جن کا نقصان نفع سے بڑھ کر ہو) رات گذارنا، اور پھر دن میں خوب سونا، بلکہ فرض نمازوں کے وقت بھی سوئے رہ جانا۔ واللہ اعلم

(1) سنن نسائی (129/4)۔

اے اللہ ہمیں خواب غفلت سے بیدار کردے، ہمیں کوچ سے پہلے تیاری کی توفیق بخش، ہمیں خالی اوقات سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا کر، اے اللہ ہماری، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔

پانچویں حدیث: قیام رمضان کا بیان

عن أبي هريرة -رضي الله عنه- قال: سمعت رسول الله -صلى الله عليه سلم- يقول: ((مَن قام رمضان إيمانًا واحتسابًا، غُفِر له ما تقدَّم ذنبه..)). متفق عليه [1].

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: (جس نے بحالت ایمان ثواب کی امید سے رمضان میں قیام کیا اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے...)۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث ماہ رمضان میں قیام کی فضیلت پر دلیل ہے، اور یہ کہ وہ گناہوں کے بخشش کے اسباب میں سے ہے۔ یاد رہے کہ مسنون طریقہ سے تراویح کا اہتمام کرنے والا ہی رمضان کا قیام کرنے والا ہے۔

اس حدیث میں بخشش **ایمان اور احتساب** کے ساتھ مشروط ہے، ((إيمانـــــاً)) کا مطلب: اللہ کے وعدے، قیام کی فضیلت اور اللہ کے نزدیک اس کے اجر عظیم کی تصدیق کرتے ہوئے۔

((احتســــابا)) کا معنیٰ: اللہ تعالی کے یہاں ثواب کی امید سے، نہ کہ ریاکاری یا دیگر کسی ارادے سے۔

اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ رمضان کے قیام پر لوگوں کو بغیر تاکید کئے ہوئے ابھارتے تھے، پھر فرماتے: ((جس نے رمضان کا قیام ایمان و احتساب کے ساتھ کیا اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے گئے))[1]۔

---

(1) اس حدیث کو بخاری (2009)، مسلم (759) نے روایت کیا ہے۔

لہذاایک مسلمان کوچاہئے کہ وہ امام کے ساتھ تراویح کااہتمام کرے اور اسمیں سے کسی طرح کی کوتاہی نہ کرے اور نہ ہی امام سے پہلے بھاگے اگرچہ امام گیارہ یاتیرہ رکعت سے زیادہ ہی کیوں نہ ادا کرے، کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے: ((جس نے امام کے سلام پھیرنے تک قیام کیا، اس کے کیلئے پوری رات قیام کاثواب لکھاجاتاہے))[2]۔

امام کے لوٹنے سے مراد نماز کاختم ہوناہے نہ کہ پہلے امام کی نماز کاختم ہونا ـــ اگرایک سے زائد امام تراویح پڑھائیں تو۔ یادرہے کہ یہ گنتی کی چندراتیں ہوتی ہیں عقل مند لوگوں کواسے فوت ہونے سے پہلے غنیمت جاننی چاہئے۔

امام ابوداودرحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: امام احمد سے سوال کیاگیاجسے میں بھی سن رہاتھا: ایک شخص قیام یعنی تراویح کو رات کے آخری پہرتک مؤخر کرتاہے؟، تو آپ نے فرمایا: نہیں،میرے نزدیک مسلمانوں کاطریقہ زیادہ پسندیدہ ہے[3]۔

اگرانسان سحر کے وقت نماز پڑھناچاہے توپڑھے مگردوبارہ وتر نہ پڑھے بلکہ رات کے پہلے پہرنمازتراویح میں امام کے ساتھ پڑھی گئی وترپراکتفاء کرے، جیساکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((ایک ہی رات میں دو وتر نہیں))[4]۔

---

(2)اسے امام مسلم(759)نے روایت کیاہے،اوربخاری میں اس میں سے صرف مرفوع حصہ؛ فرمان نبوی: (من قام...) آخر تک ہی ہے۔

(1)اسے ابو داود (1375)، ترمذی(806)، نسائی (203/3)، ابن ماجہ(420/1) نےروایت کی ہے، اور امام ترمذین ے فرمایاہے: (یہ حسن صحیح حدیث ہے)۔

(2)امام ابوادوودرحمہ اللہ کی کتاب مسائل الإمام أحمد،دیکھئے:ص(62)۔

(3)اسےابوداود (1439)، ترمذی (470)، نسائی (229/3)، احمد(222/26) نےروایت کی ہے، اورترمذی نے کہاہے کہ: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اسے حافظ ابن حجرنے بھی حسن قرار دیاہے۔ دیکھئے: فتح الباری (481/2)۔

رہی بات حضرت ابن عمر سے مروی حدیث کی جس میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ((تم اپنے رات کی نمازوں میں وتر کو آخری نماز بناؤ))[1] تو وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو رات میں نماز پڑھے اور اس نے پہلے وتر نہ پڑھی ہو، واضح ہو کہ اس میں امر استحباب پر محمول ہے، نہ کہ وجوب پر، لہذا رات کی نماز کا وتر پر ختم کرنا ضروری نہیں ہے، اسلئے کہ نبی ﷺ سے نماز وتر کی ادائیگی کے بعد بھی رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھنا ثابت ہے[2]۔

جب نمازی وتر سے سلام پھیرے تو اسے تین مرتبہ "سبحان الملك القدوس" پڑھنا چاہئے، تیسری مرتبہ اس کا باآواز بلند پڑھنا مسنون ہے[3]۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہمارے دلوں کو تمناؤں کی نیند سے بیدار کردے، ہمیں کوچ کے قرب اور وقت کے تیزی کی یاد دہانی فرما، ہمارے دلوں کو ایمان پر ثبات نصیب فرما، ہمیں نیک اعمال کی توفیق دے، ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے (آمین)۔

---

(4) اس حدیث کی تخریج بخاری (998)، مسلم (751) (151) نے کی ہے۔

(1) اسکی تخریج ابن خزیمہ وغیرہ نے صحیح اسناد سے کی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ) (159/2)۔

(2) اس کی تخریج ابوداود (1430)، نسائی (244/3)، ابن ماجہ (1171)، احمد (80/35) نے کی ہے، اور یہ حدیث صحیح ہے۔ امام دارقطنی کے یہاں سنن (31/2) میں "رب الملائكة والروح" کا اضافہ بھی ہے جو کہ غیر محفوظ ہے، دیکھئے: تخريج أحاديث الذكر والدعاء للقحطاني))، از شیخ یاسر بن فتحی المصری (361/1)۔

چھٹی حدیث: تلاوتِ قرآن کی فضیلت اور اس کے آداب کا بیان

عن أبي أمامة -رضي الله عنه- أن النبي -ﷺ- قال: ((اقرؤوا القرآن؛ فإنه يأتي يوم القيامة شفيعا لأصحابه)). رواه مسلم[1].

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشادفرمایا: ((تم قرآن کوپڑھو؛ اسلئے کہ وہ بروز قیامت اپنے پڑھنے والوں کیلئے سفارشی بن کرآئے گا))۔ مسلم شریف

تشریح: یہ حدیث تلاوت قرآن کی فضیلت اوراللہ کے نزدیک اس کے اجر عظیم پردلالت کرتی ہے، اوریہ کہ وہ بروز قیامت اپنے اصحاب کیلئے جنت میں داخلہ کیلئے شفاعت کرے گا۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: **((قیامت کے دن قرآن اور اس کے پڑھنے والوں کولایاجائے گا، سورہ بقرہ اور آل عمران ان کے آگے آگے ہوں گے))،** نبی ﷺ نے ان کیلئے تین مثالیں بھی دی ہیں، جنھیں میں اب تک نہیں بھولا!، آپ ﷺ نے فرمایاکہ: **((وہ دونوں بدلی کے مانندہوں گے،یادونوں ایسے گھنے سائے ہوں گے جن کے درمیان نور ہو، یاوہ دونوں صف بستہ پرندوں کی دو جماعت کی طرح ہوں گے، جو اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے شفاعت کررہے ہوں گے))**[2]۔

---

(1) صحیح مسلم(804)،اوریہ حدیث کاابتدائی حصہ ہے۔

(2)اس حدیث کی تخریج امام مسلم(805)نے کی ہے، اورفرمان نبوی: ((شرق)) راءکے فتحہ اورسکون دونوں سے پڑھاجاتاہے اورسکون ہی زیادہ مشہورہے، جسکامعنی: نوراورروشنی ہے، اور ((الحزقان)) حاءمہملہ کے زیراورزاءکے سکون کے ساتھ پڑھاجاتاہے، اس کامفرد ((حزق)) ہے، جماعت کے معنی میں، مطلب یہ کہ پرندوں کی دوجماعت یادوغول کے مانندہوں گے۔ اورمسلم شریف کی ایک روایت میں (فرقان) کالفظ ہے، جوکہ اسی کاہم معنی ہے۔

لہذا ایک روزے دار کو ان مبارک دنوں اور عظیم راتوں میں بکثرت قرآن کی تلاوت کااہتمام کرناچاہیے، کیونکہ ماہ رمضان میں کثرت تلاوت کی جو خصوصیت ہے وہ دوسرے دنوں میں نہیں ہوتی، لہذا بندہ مسلم کو نزول قرآن کے اس ماہ مبارک کو غنیمت جاننی چاہئے، یادرہے کہ رمضان کی راتوں میں تلاوت قرآن کی علیحدہ خصوصیت ہے، اس لئے کہ رات کے وقت مشغولیت تو ہوتی نہیں، ہمت بھی بندھ جاتی ہے اور دل و زبان بھی غور و فکر کیلئے تیار ہوتے ہیں۔ و اللہ المستعان!

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین دن سے کم میں ختم قرآن کی جو ممانعت وارد ہے وہ ہمیشگی کیلئے ہے، رہی بات فضیلت والے اوقات جیسے ماہ رمضان اور خصوصاً شب قدر تلاش کی جانے والی راتیں یا فضیلت والی جگہیں جیسے مکہ؛ جب وہاں غیر مقامی باشندے داخل ہوں تو انہیں زمان و مکان کو غنیمت جانتے ہوئے تلاوت قرآن کی کثرت کرنی چاہئے، یہی قول امام احمد، اسحاق اور ان کے علاوہ دیگرائمہ کرام کا ہے، دیگرائمہ کے عمل بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں، جیساکہ گذر چکاہے[1]۔

قاریٔ قرآن کو چاہئے کہ وہ تلاوت کے لئے ضروریدرج ذیل آداب کوملحوظ رکھے:

-اللہ کیلئے نیت کا خالص کرنا۔

-طہارت کی حالت میں قراءت کرنا۔

-مسواک کرنا۔

اسلئے کہ یہ اللہ کے کلام کی تعظیم کے باب سے ہے۔

اوراسے چاہئے کہ قرآن کے الفاظ کوزبان سے بھی ادا کرے، صرف دیکھنے پر اکتفاء کرنے والا قاریٔ شمار نہ ہوگا، اورنہ ہی اسے تلاوت کا ثواب ملے گا[2]،اور

---

(1)"لطائف المعارف"(201،202)۔

(1)دیکھئے: ابن عبدالبر کی کتاب"التمھید"(46/11)،فتاوی ابن باز(381/24)۔

اسے پڑھنے کے ساتھ تدبر کی بھی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ یہ بھی مطلوبہ مقاصد میں سے ہے[1]۔

-تلاوت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب قاری سجدے کی آیت سے گزرے تو باوضوء ہو کر سجدہ کرے، خواہ کوئی بھی وقت ہو۔

-اور اپنی آواز اتنی اونچی نہ کرے کہ آس پاس کے لوگوں کو تکلیف ہو، جیساکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مسجد میں اعتکاف کیا تو لوگوں کو باآواز بلند پڑھتے ہوئے سنا، پس آپ ﷺ نے پردہ اٹھا کر فرمایا: ((خبردار تم سب کے سب اپنے رب سے سرگوشی کر رہے ہو، کوئی بھی کسی کو تکلیف نہ پہونچائے، اور نہ ہی تم آپس میں دوران قراءت ایک دوسرے پر آواز بلند کرو))۔ یا کہا: ((دوران نماز))۔[2] واللہ اعلم

اے اللہ قرآن عظیم کو ہمارے دلوں کا بہار، ہمارے سینوں کا نور، ہمارے غموں اور ہماری پریشانیوں کی دوا، اور اپنے اور اپنی جنت کے جانب رہنما بنادے، اے اللہ ہم اس میں سے جو بھول گئے ہیں انہیں یاد دلا دے، جو نہیں جانتے اسے سکھادے، اور اپنی مرضی کے مطابق ہمیں اس کے تلاوت کی توفیق عطا کر، اے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے (آمین)۔

---

(2) دیکھئے: قرطبی کی "التذکار فی أفضل الاذکار" ص(109)۔

(3) اس کی تخریج ابو داود(1332)، نسائی "الکبری" (288،289/7)، احمد(393'392/18) نے کی ہے، **بیاضی** رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کیلئے شاہد بھی ہے، جسے مالک(80/1)، اور اسی طریق سے نسائی نے "الکبری" میں (288/7) اور احمد(363/31) نے بھی روایت کی ہے، اور ابن عبدالبر نے تمہید (309/23) میں کہا ہے ک: بیاضی اور ابو سعید کی حدیثیں ثابت ہیں۔

ساتویں حدیث: قرآن پر عمل کے وجوب کا بیان

عن أبي موسى الأشعري -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: ((القرآن حجة لك أو عليك...)) الحديث. رواه مسلم[1].

ترجمہ: حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((قرآن (یا تو) تمہارے حق میں حجت ہوگا یا تمہارے خلاف...)) الحدیث۔ (مسلم شریف)

تشریح: اس حدیث میں قرآن پر عمل کے واجب ہونے اور اس کے احکام و منہیات کو لازم پکڑنے کی ضرورت پر دلیل ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے اوپر عمل کرنے اور اپنی اتباع کرنے والوں کے حق میں گواہ اور شفارشی ہوگا، جبکہ وہی اس پر عمل اور اس کی اتباع نہ کرنے والوں کے خلاف گواہی دے گا۔

بعض سلف فرماتے ہیں: جس نے بھی قران کی مجالست اختیار کی وہ جیسا کا تیسا نہیں رہ سکتا؛ یا تو اسے فائدہ ہوگا یا نقصان۔ پھر انھوں نے فرمان باری تعالی: ﴿وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين إلاخسارا﴾ [الإسراء:٨٢][2] کی تلاوت فرمائی۔

قرآن کے نازل کرنے کا سب سے بڑا مقصد: اسکے خبروں کی تصدیق کرنا، اس پر عمل کرنا، اسکے احکام کی بجاوری اور منہیات سے اجتناب کرنا ہے، واضح رہے کہ اس کے نزول کا مقصد صرف لفظی تلاوت؛ قراءت صحیحہ جس میں قاری اللہ اور اس کے کلام کی ادب و تعظیم کے خاطر بہترین صفات اور اشرف ترین خصلتوں سے متصف ہو، بلاشبہ اگرچہ یہ بھی مطلوب

(1) مسلم (323) نے اسے مکمل تخریج کی ہے۔

(2) "جامع العلوم والحکم" شرح حدیث نمبر (23)۔

ہے، مگر اس کے علاوہ حکمی تلاوت بھی ضروری ہے، جس پر بندے کے فلاح و کامرانی کا مدار ہے، اور وہ ہے قرآنی تعلیمات کی اتباع!۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: جب لفظ "التلاوۃ" مطلق طور پر آئے، جیسا کہ فرمان باری تعالی: ﴿الذين ءاتينهم الكتاب يتلونه حق تلاوته﴾ [البقرۃ:121] میں ہے، تو اس میں قرآن پر عمل کرنا بھی شامل ہوتا ہے، صحابہ اور تابعین نے بھی ہو بہو اسی طرح تفسیر کی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، حقِّ تلاوت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حلال کو حلال، حرام کو حرام سمجھا جائے اور جیسے نازل ہوا ہے اسی طرح اس کی تلاوت کی جائے، نہ اس میں کسی قسم کی تحریف کی جائے اور نہ ہی اس میں سے کسی بھی چیز کی غلط تاویل کی جائے[1]۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ﴿يتلونه حق تلاوته﴾ کا مطلب ہے کہ وہ لوگ حقیقی طور پر اس کی اتباع کرتے ہیں۔

اس امت کے سلف صالحین کا یہی طریقہ کار تھا، انھوں نے قرآن کو سیکھا، اور زندگی کے تمام مراحل میں اس پر عمل بھی کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص جب دس آیتیں سیکھتا تو اس کے معنی کو سمجھنے اور اس کو زیر عمل لانے سے پہلے آگے نہیں بڑھتا تھا[2]۔

اسی طرح ابو عبدالرحمن السلمی نے بھی فرمایا ہے جو کہ کبار تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں[1]۔

---

(1) دیکھئے: "تفسیر طبری" (567/2)، تحقیق از: محمود شاکر، تفسیر ابن کثیر (235/1)، مجموع فتاوی (167/7)۔

(2) اسے ابن جریر (80/1)، حاکم (557/2) نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ "صحيح الاسناد" ہے۔

لہذا قاریٔ قرآن اور اس کے حافظ کوچاہئے کہ وہ اپنے آپ میں اللہ تعالی سے ڈریں، اپنی قراءت کواللہ کے لئے خالص کریں، اس پر عمل کریں اور قرآن کی مخالفت اوراسکے احکام وآداب سے روگردانی سے بچیں، تاکہ انہیں وہ پھٹکارلاحق نہ ہوجویہود کولاحق ہوئے تھے،جن کے سلسلے میں اللہ تعالی نےارشادفرمایا: ﴿مثل الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل أسفارا﴾ [الجمعة:5]،واللہ أعلم۔

اے اللہ ہمیں اپنے کتاب کی اس طرح تلاوت کرنے کی توفیق دے جس سے تو راضی ہو، اورہمیں ان لوگوں میں سے بنا جواس میں مذکور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتے ہیں،اس کے محکم پر عمل کرتے ہیں اورمتشابہ پرایمان رکھتے ہیں اور جس طرح تلاوت کا حق ہے اسی طرح تلاوت کرتے ہیں،اے اللہ ہمیں،ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما(آمین)۔

---

(3)اسے ابن ابی شیبہ(460/10)، ابن جریر(80/1) نےروایت کیاہے، شیخ احمد شاکرفرماتے ہیں کہ:یہ اسناد متصل اور صحیح ہے۔

آٹھویں حدیث: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور سخاوت کا بیان

عن ابن عباس -رضي الله عنهما- قال: ((كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أجودَ الناس، وكان أجودُ ما يكونُ في رمضان حين يلقاه جبريل، وكان يلقاه في كل ليلة من رمضان، فيُدارسه القرآن، فلَرسولُ الله ﷺ أجودُ بالخير مِن الريحِ المُرسَلة)). متفق عليه. [1]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ((رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے، اور رمضان میں حضرت جبریل سے ملاقات کے وقت آپ اور بھی زیادہ سخی ہو جایا کرتے تھے، حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات ملاقات کرتے اور آپ کو قرآن پڑھاتے، پس آپ ﷺ خیر کے سلسلہ میں تیز آندھی سے بھی زیادہ سخی ہوتے))۔ متفق علیہ

تشریح: اس حدیث میں ہر وقت جود و انفاق پر ابھارنے کے ساتھ ساتھ رمضان میں اس بابت مزید حرص کی طرف بھی اشارہ ہے، کیوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ کو سخاوت سے متصف کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ آپ کی سخاوت رمضان میں دوسرے دنوں کی بہ نسبت بڑھ جاتی تھی پھر انھوں نے آپ کی سخاوت کو تیز آندھی سے مشابہ قرار دی اس کا معنی یہ ہوا کہ آپ سخاوت کے لئے جلدی کرنے میں تیز ہوا سے بھی بلند رفتار تھے، ریح مرسلہ سے تعبیر کرنے میں گویا رحمت کے ساتھ اس کی ہمیشگی اور آپ کے سخاوت سے عمومی نفع کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ تیز آندھی جہاں بھی چلتی ہے وہ وہاں سب چیز کو شامل ہوتی ہے۔

سخاوت کا مطلب نوازش کی وسعت اور کثرت ہے، جس میں صدقہ اور دیگر خیر و بھلائی کے ابواب شامل ہیں، اس حدیث سے ہمہ وقت سخاوت پر ابھارا جانا اور رمضان میں اس

(1) بخاری (6)، اور مسلم (2308)۔

میں مزید حرص کا حکم بھی معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ اس ماہ میں سخاوت کی بہت اہمیت ہے اوراس کے کافی فائدے بھی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ((رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے بدلے جو بھی سوال کیا جاتا دے دیتے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ: ایک دفعہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا جسے آپ نے دو پہاڑیوں کے درمیان بھر جانے کی تعداد میں بکریوں کے ریوڑ عطا کر دیئے، لہذا اس نے اپنی قوم کے پاس واپس جا کر کہا: اے میری قوم کے لوگو، اسلام لے آؤ؛ کیونکہ محمد ﷺ اس آدمی کی مانند عطا کرتے ہیں جسے گویا فقر کا خدشہ ہی نہ ہو))۔[1]

لہذا ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے نبی ﷺ سے نمونہ پکڑتے ہوئے فقیروں اور محتاجوں کے لئے خرچ کرے، اپنے پڑوسیوں کے احوال دریافت کرے، صلہ رحمی کرے، اور خیر کے تمام راستوں میں حسب استطاعت خرچ کیا کرے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ((میں پسند کرتا ہوں کہ آدمی ماہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے دوسرے دنوں کے مقابلے زیادہ خرچ کرے، تاکہ وہ ضرورتمند لوگ جو نماز اور روزوں میں مشغولیت کی وجہ سے کمائی نہیں کر پاتے ان کے ضروریات کی بھی تکمیل ہو سکے[2]۔

شاید اس ماہ مبارک میں خرچ کا جذبہ اس لئے بھی بڑھ جاتا ہے کہ انسان اللہ کی نعمتیں اپنے اوپر دیکھتا ہے باین طور کہ اللہ نے اس کے لئے اپنی جائز خواہشات کے حصول کو

---

(1) مسلم(2312)(57)۔

(2) "معرفة السنن والآثار" از بیہقی(382/6)۔

آسان بنادیاہے، جبکہ اس کے غریب ونادار بھائی اس کے بھی حصول کی طاقت نہیں رکھتے، لہذاانسان ایسے لوگوں پر بھلائی اور صدقہ کرکے سخاوت کرتاہے۔

اس امت کے سلف صالحین لوگوں کو پیٹ بھر کھانے کھلانے اور افطاری کرانے کے حریص تھے، بلکہ بعض سلف روزہ رکھنے کے باوجود اپنی افطاری دوسرے کودے دیا کرتے تھے، انھیں میں سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، داود الطائی، مالک بن دینار اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ بھی ہیں۔

☆شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان میں فقیروں کو کھانا کھلا کر ان کا تعاون کرنا اسلامی روایت ہے[1]۔

رمضان میں صدقہ کرنے کے راستوں میں سے ہے کہ کھانا پکا کر محتاج خاندان تک پہونچادیا جائے، یا انہیں کھانے کی دعوت دے دی جائے، اور جو اس کے علاوہ کوئی ایسا کام کرنا چاہے جو اہل حاجت کیلئے زیادہ نفع بخش ہو جیسے نقدی پیسے دینا، یا کپڑے یا کھانے کی چیزیں دینا، جس سے وہ لمبی مدت تک استفادہ کرسکے تو یہ سب سے بہتر ہے، اس لئے کہ مقصد دینے والے کو ثواب اور فقیر کی ضرورت کو دور کرنا ہے، لہذا ہمیں سب سے اچھا راستہ اختیار کرنا چاہئے، جس سے یہ مقصد پورا ہو جائے، اللہ احسان کرنے والوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرتا۔

اے اللہ ہمارے دلوں کو نفاق سے صاف کردے، ہمارے اعمال کو ریا و نمود سے پاک کردے، ہماری زبان کو دروغ گوئی سے محفوظ رکھ، ہماری آنکھوں کو خیانت سے پاک کردے، بے شک تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی بھید کو جانتا ہے، اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخشش عطا کر (آمین)۔

---

(1) مجموع فتاوی(298/25)۔

نویں حدیث: روزے کی حالت میں بھول کر کھاپی لینے کے حکم کا بیان

عن أبي هريرة -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: ((مَن نسِي وهو صائم، فأكَل أو شرِب، فليُتِمَّ صومه، فإنما أطعَمه الله وسقاه)). متفق عليه.[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((جو روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے روزے کو مکمل کرلے، اسلئے کہ اسے اللہ تعالی نے کھلایا اور پلایا ہے))۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث اس سلسلہ میں دلیل ہے کہ اگر کوئی بھول کر کھا پی لے تو اس کا روزہ درست ہوگا، اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور اسے کوئی گناہ بھی نہ ہوگا، اسلئے کہ اس نے ایسا کرنے کا قصد و ارادہ نہیں کیا تھا، بلکہ اسے یہ رزق اللہ نے عطا کیا ہے، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے شخص کو کھلانے اور پلانے کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کی ہے، ایک اور روایت میں آیا ہے کہ وہ تو اللہ کا رزق ہے جسے اس کو اللہ نے عطا کیا ہے[2]، اور جو عمل اللہ کی طرف منسوب ہو بندہ سے اس کا مؤاخذہ نہ ہوگا، اسلئے کہ اس کے کرنے سے منع تو کیا گیا ہے، مگر وہ کام جو بندے کے اختیار میں نہ ہوں وہ تکلیف کے ضمن میں نہ آئیں گے، اور یہ بھی یاد رہے کہ عموم حدیث کی وجہ سے زیادہ یا تھوڑا کھانے میں بھی کوئی فرق نہیں اور ایسے شخص پر قضاء بھی نہ ہوگی، کیونکہ اسے اسی حالت میں پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس پورے کئے گئے کو بھی صوم ہی کہا گیا ہے، مطلب یہ کہ وہ شخص حقیقی طور پر صائم (روزہ دار) ہی شمار ہوگا۔

---

(1) بخاری (1933)، اور مسلم (1155)۔

(2) دیکھئے: سنن دار قطنی (178/2)۔

فقہاء کرام نے کھانے پینے کے علاوہ بھی دیگر مفطـــرات کواسی پر قیاس کیا ہے، کیونکہ حضرت ابی سلمہ بن عبدالرحمن سے وارد حدیث جسے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((جس نے رمضان میں بھول کر افطار کرلیا اس کے اوپر کوئی قضاء یا کفارہ نہیں))۔(1)

اور کھانے پینے کی تخصیص غالب ہونے کے اعتبار سے ہے، اور قاعدہ ہے کہ اس اعتبار سے تخصیص کا کوئی معنی نہیں ہوتا، لہذا یہ اس کے علاوہ چیزوں سے اس حکم کے نفی پر دلالت نہیں کرتا۔

روزے دار کے بارے میں یہ حکم فرمان باری تعالی ﴿ربنـــا لا تؤاخـــذنا إن نســينا أو أخطأنـــا﴾[البقــرة:286] کے قواعد میں سے ایک اہم قاعدہ ہے،اور نبی ﷺ سے حدیث شریف میں یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے اس دعاء کے جواب میں فرمایا: (قـــد فعلـــت)، اور ایک روایت میں (قـــال:نعم) بھی ہے(2)،جو اللہ کی طرف سے بندوں کے ساتھ خصوصی رحمت ، آسانی، اور حرج و مشقت کو ختم کرنے کے باب سے ہے۔

جو کسی روزے دار کو رمضان کے دنوں میں بھول کر کھاتے پیتے دیکھے اس پر اس کو یاددہانی کرانا اور بتانا ضروری ہے، کیونکہ یہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے

---

(1)اس کی تخریج ابن حبان (287/8)،اور امام حاکم (430/1) نے کی ہے اور مسلم کے شرط پر اسے صحیح بھی کہا ہے، امام ذہبی نے اس سے متعلق سکوت اختیار کیا ہے، اور حافظ ابن حجر نے بھی اسے "بلـــوغ المـــرام" میں صحیح قرار دیا ہے، اور اس بارے میں مولف کی دوسری کتاب "منحۃالعلام" (50/5) بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

(2)اس کو امام مسلم (126/125) نے حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت کیا ہے، اور دوسرا لفظ حضرت ابوہریرہ پر موقوف ہے، لیکن وہ مرفوع کے حکم میں ہے؛ کیونکہ اس طرح کی بات رائے سے نہیں کہی جاسکتی ۔واللہ اعلم

ضمن میں آتا ہے، اور رمضان کے دنوں میں کھانا پینا برائی ہی ہے، یہ اور بات ہے کہ بھول کر ایسا کرنے والا معذور ہے، لہذا اسے فوری طور پر خبر دار کردینی چاہیے۔

اگر نہاتے، کلی کرتے یاناک میں پانی ڈالتے وقت حلق میں بلا قصد پانی پہونچ جائے تو روزہ باطل نہیں ہوتا، اسی طرح اگر کوئی چیز: مکھی، راستے کا غبار، آٹایا اس جیسی دوسری کوئی شئے اڑکر بلا اختیار حلق سے نیچے اتر جائے تو بھی روزہ فاسد نہ ہوگا، کیونکہ ایسی چیزوں سے بچنا کافی مشکل کام ہے، اور یہ چیزیں بلا قصد و ارادہ ہوجایا کرتی ہیں لہذا وہ عدم عمد اور بے اختیار ہونے کی وجہ سے بھولے ہوئے کی طرح شمار ہوگا۔ واللہ اعلم

اے اللہ تو ہمیں اپنی رضا کے کاموں کی توفیق عطا فرما، اپنی ناراضگی کے کاموں سے محفوظ رکھ، ہمیں اپنے نیک اور فلاح یافتہ بندوں میں شامل کر، ہمیں معاف کردے، ہمارے توبہ کو قبول فرما، ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔

دسویں حدیث: سحری کرنے کا حکم اور اسکی برکت کا بیان

عن أنس بن مالك -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: ((تسحروا فإن السحور بركة)). متفق عليه[1].

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((لوگو سحری کرو، بے شک سحری کرنا برکت کا باعث ہے))۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ روزہ داروں کو سحری کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اس میں برکت کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے دینی اور دنیاوی بھلائی مضمر ہیں، آپ ﷺ کا اس میں برکت ہونے کا ذکر کرنا سحری پر ابھارنے اور اس کی ترغیب کیلئے ہے۔

"سَـــحُور" -سینکے زبر(َ-) کے ساتھ وقت سحر یعنی رات کے آخری حصہ میں تناول کئے جانے والے کھانے کو کہا جاتا ہے، جبکہ سین کے پیش(ُ-) کے ساتھ "سُحُور" کا مطلب: سحری کھانے کا عمل ہے۔

اس حدیث میں وارد **امر** وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے، اس پر اجماع بھی ہے، اس لئے کہ نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرام سے وصال کرنا ثابت ہے، اور "وصـــــال" کا معنی ہے: بلا افطار دو یا اس سے زیادہ دن کا روزہ رکھنا، یعنی دن ورات روزہ کی حالت میں گذارنا۔

سحری میں دنیا اور آخرت کے فوائد پر مشتمل بہت سی عظیم برکتیں شامل ہیں، جیسے:

---

(1) بخاری (1923)، مسلم (1095)۔

1-عبادت کے لئے طاقت وقوت کا حاصل ہونا سحری کے برکتوں ہیں سے ہے، یہ دن بھر اللہ کی فرمانبرداری: نماز، تلاوت اور ذکر میں روزہ دار کیلیئے معاون ہوتی ہے، جبکہ بھوکے شخص سے روزمرہ کے کاموں اور عبادات میں کاہلی واضح طور پر دیکھی جاتی ہے۔

2-سحری کا برکت ہی ہے کہ اس سے انسان کے اندر مزید روزوں کی خواہشپیدا ہوتی ہے، کیونکہ سحری کرنے والے پر روزہ بالکل بھی بھاری نہیں پڑتا، اس سے اسے ذرا بھی تنگی محسوس نہیں ہوتی۔

3-سحری کی برکت میں سے سنت کی پیروی بھی ہے، اس لئے کہ سحری کرنے والا اگر سحری نبی ﷺ کی فرمانبرداری اور اتباع کی نیت سے کرتا ہے تو وہ اس کے لئے عبادت شمار ہوتی ہے، اسے اس کی نیت کا ثواب ملتا ہے، اگر روزے دار کھانے پینے میں روزے اور قیام کی خاطر طاقت کے حصول کی نیت کرتا ہے تو بھی اسے ثواب حاصل ہوتا ہے۔

4-سحری کی برکت ہی ہے کہ انسان رات کے آخری وقت میں ذکر، دعا اور نماز کیلیئے بیدار ہو جاتا ہے، جو کہ قبولیت دعاء کی گھڑی ہوتی ہے۔

5-سحری کی برکت میں سے اہل کتاب کی مخالفت بھی ہے، کیونکہ ایک مسلمان سے ہر حالت میں ان کی مشابہت سے دوری اختیار کرنا مطلوب ہے۔ نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں: (ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کھانا ہے)[1]۔

6-سحری کی برکتوں میں سے فضیلت والے وقت میں نماز فجر کا باجماعت ادا کرنا بھی ہے، لوگوں کے سحری کیلیئے بیداری کیوجہ ہی سے ماہ رمضان کے دوران فجر کی نماز میں نمازیوں کی تعداد دوسرے ایام کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

---

(1) اسے امام مسلم (1096) نے روایت کی ہے۔

انسان کم سے کم چیز جو کھائے پیۓ اس سے بھی سحری کی برکت حاصل ہو جاتی ہے، اس میں کوئی خاص کھانا پکانے کی ضرورت نہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((کھجور مومن کی بہترین سحری ہے))(1)۔

روزے کے آداب میں سے ہے کہ: روزے دار سحری کھاتے ہوئے پیٹ کو بالکل ہی نہ بھرلے بلکہ ایک معین مقدار میں حسب حاجت اور مختصر کھائے، اسلئے کہ **کسی آدمی نے پیٹ سے برا کوئی برتن نہیں بھرا!**، یادرہے کہ سحری کے وقت پیٹ بھر کر کھانے والا ظہر تک اپنے وقت سے استفادہ نہیں کر سکتا، کیونکہ زیادہ کھانے سے انسان کاہل اور سست ہو جاتا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ :((کھجور مومن کی بہترین سحری ہے)) میں اسی طرف اشارہ ہے، کیونکہ کھجور اعلی غذائی فوائد پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ معدہ کیلئے ہلکی اور بآسانیہ ضم ہونے والی غذاء ہے۔ اور اگر پیٹ بھر کھانے کے ساتھ ساتھ رات بھر جاگنا بھی شامل ہو تب تو سحری کا اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہم تجھ سے ہر قسم کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں، جو ہم جانتے ہیں اس کی بھی اور جو نہیں جانتے اس کی بھی، اے اللہ ہم تجھ سے ہر قسم کی برائیوں سے پناہ چاہتے ہیں ، اے اللہ ہمیں برے اخلاق ، اعمال، نفس پرستی اور بیماریوں سے محفوظ رکھ، ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔

---

(1) اسے امام ابوداود (2345)، ابن حبان (253/8)، بیہقی (236/4) نے روایت کی ہے ، اور اس میں محمد بن موسی فطری نامی راوی متکلم فیہ ہے، اور بہت سے ائمہ نے ان کی توثیق بھی فرمائی ہے، اور حافظ نے تقریب میں کہاہے کہ : وہ " صدوق" ہیں ان کے بارے میں تشیع کی تہمت بھی وارد ہے، اس حدیث کا معنی اور بھی کئی صحابہ سے منقول ہے۔

11ویں حدیث: افطاری کے آداب

عن سهل بن سعد -رضي الله عنه- أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: ((لا يزال الناس بخير ما عجَّلو الفطر)). متفق عليه[1].

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لوگ جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں بھلائی میں رہیں گے))۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث افطاری کے آداب میں سے ایک اہم ادب پر دلالت کر رہی ہے، جو کہ وقت ہو جانے پر افطاری کرنے میں جلدی کرنا ہے، جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سورج کے ڈوبتے ہی افطاری کر لی جائے، جو کہ عظیم ترین خیر و بھلائی کا باعث ہے، انہیں میں سے آپ ﷺ کے طریقے کی اتباع اور سنت پر عمل بھی ہے، کیونکہ نبی ﷺ افطاری کرنے میں جلدی کیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ایک مرتبہ دوران سفر نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا، جیسے ہی سورج غروب ہوا آپ ﷺ نے چند لوگوں سے فرمایا: ((اے فلاں، جاؤ ہمارے لئے ستو تیار کرو))، انھوں نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ اگر آپ تھوڑی دیر انتظار کر لیتے تاکہ شام ہو جائے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ((اترو؛ ستو تیار کرو))، انھوں نے فرمایا: ابھی رات نہیں ہوئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ((اترو؛ ستو تیار کرو))، انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ابھی دن ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اترو؛ ستو تیار کرو))۔ لہذا انہوں نے اتر کر ستو تیار کیا، جسے آپ ﷺ نے نوش کیا اور فرمایا: ((جب تم دیکھو کہ رات وہاں سے آگئی ہے تو روزہ افطار کر لیا کرو))[2]۔

---

(1) بخاری (1957)، مسلم (1098)۔

(2) بخاری (1954)، (1101)۔

اور یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ افطار میں جلدی کرنا انبیاء کرام کا طریقہ کار ہے، جیسا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ((تین چیزیں انبیاء کے اخلاق میں سے ہے: افطار میں جلدی کرنا، سحری میں دیر کرنا، نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پہ رکھنا))[1]۔

افطاری کے جلدی کرنے میں لوگوں کیلئے آسانی ہے، اور دین میں غلو اور شدت پسندی سے دوری بھی ، اس ادب کو سب سے بہتر زمانہ؛ صحابہ کرام کے عہد میں بروئے کار لایا جاتا تھا۔

☆امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ((حضرت ابو سعید خدری رحمہ اللہ نے سورج کے غروب ہوتے ہی روزہ افطار کیا))[2]۔

☆عمرو بن میمون اودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ((اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے جلدی افطاری کرنے والے اور سب سے دیر میں سحری کرنے والے تھے))[3]۔

جس شخص نے سورج کے غروب ہونے کا گمان کرتے ہوئے افطاری کرلیا جبکہ سورج غروب نہ ہوا ہو تو ایسے شخص کا روزہ درست ہوگا، کیونکہ وہ معذور ہے، مگر ضروری ہے کہ وہ جانکاری ہوتے ہی فوراً کھانے پینے سے رک جائے اور مغرب تک رکا رہے، کیونکہ وہ

---

(1)اسے طبرانی نے "الکبیر" میں روایت کیا ہے، جیسا کہ "مجمع الزوائد"(105/2) میں ہے، اور کہا ہے کہ: یہ مرفوعاً بھی مروی ہے اور ابوالدرداء پر موقوف روایت بھی ہے، اور موقوف ہی صحیح ہے، مرفوع میں کچھ ایسے راوی ہیں جن کا ترجمہ مجھے کہیں نہیں ملا ہے، اور یہ حدیث مرفوعاً ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جسے ابن حبان(5/67-68) نے روایت کی ہے۔

(2)فتح الباری(196/4)۔

(3)اسے عبدالرزاق نے مصنف(226/4) میں تخریج کی ہے، اور فتح الباری (199/4) میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

بھول کر کھانے والے کے حکم میں ہوگا،اور بھولنے اور غلطی کرنے والے کا حکم ایک سا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا﴾ [البقرة:286]۔

روزے دار کو چاہئے کہ وہ افطاری اور قبولیتِ دعاء کے وقت کو غنیمت جانے اور دنیا و آخرت میں خیر وبھلائی سے متعلق دعا کرے، کیونکہ اس وقت کی گئی دعاء کو اللہ تعالی قبول فرماتا ہے، جیساکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((تین لوگوں کی دعائیں رائیگاں نہیں جاتیں : انصاف پسند بادشاہ کی دعاء ، افطاری کے وقت روزہ دار کی دعاء اور مظلوم کی دعاء))۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((بے شک روزے دار کیلئے افطاری کے وقت ایک ایسی دعاء ہے جو رد نہیں کی جاتی))[2]۔

ابن أبی ملیکہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو افطاری کے وقت یہ دعاء: ((اللهم إني أسئلك برحمتك -التي وسعت كل شيء- أن تغفرلي))کرتے ہوئے سنا[3]۔

---

(1)اس کی تخریج ترمذی(3598)، ماجہ(1752)نے کی ہے، اور اس حدیث کے کئی ایک شواہد بھی ہیں اسی میں سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی ہے۔

(2)اس کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہے۔

(3)اسے ابن ماجہ(1753)، حاکم(422/1)اور ابن سنی(481) نے روایت کیاہے، امام بوصیری کہتے ہیں: یہ اسناد صحیح ہے، دیکھئے: الزوائد ص(254)۔ ان(بوصیری)کی تصحیح میں نظر ہے، منذری نے الترغیب(89/2)میں اسے ضعیف کہاہے، اس بارے میں وارد ہر حدیث میں کلام ہے، اور اس میں سے بعض بعض کو تقویت پہنچاتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ اس بارے میں سلف سے بہت سے آثار بھی وارد ہیں۔ دیکھئے: تفسیر ابن کثیر(66/2-67)،تنبیہ القاری از شیخ عبداللہ الدویش، ص(78،79)، (زوائد السنن الأربع على الصحيحين في كتاب الصيام)(239/1)۔

افطاری کے وقت وہ دعاء بھی مستحب ہے، جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے روایت کی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ افطاری کے وقت: ((ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر إن شاءالله)) پڑھا کرتے تھے[1]۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہمیں علم نافع، مقبول عمل اور پاکیزہ رزق عطا کر، اے اللہ ہماری دعاؤں کو شرف قبولیت عطا کر ،ہماری امیدیں پوری فرما، ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔ آمین

(4) اسے ابوداود (2357)، بیہقی (239/4) حاکم (422/1)،ابن سنی (478) اور دار قطنی (185/2) نے روایت کی ہے، اور فرمایا ہے کہ: (حسین بن واقد نے اسے تنہا روایت کیا ہے، اور اس کی اسناد حسن ہے)، اور یہ راوی حسین؛ ثقہ ہیں، مگر ان کا کئی مرتبہ وہم کا شکار ہونا بھی ثابت ہے، جیسا کہ "التقریب" میں منقول ہے۔

12ویں حدیث: روزے دار کا کن چیزوں سے بچنا ضروری ہے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قال: قال رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلا يَرْفُثْ وَلايصخب -وفي رواية: ولا يَجْهَلْ-، وَإِنْ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ)) -مَرَّتَيْنِ-. متفق عليه[1].

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((روزہ ڈھال ہے، پس کوئی بے حیائی اور شور شرابہ نہ کرے- ایک روایت میں ہے: جہالت کے کام نہ کرے- اور اگر کوئی اس سے لڑائی کرنا چاہے یا اسے گالی دے تو وہ کہے: میں روزے سے ہوں)) -دو مرتبہ-، (متفق علیہ)۔

تشریح: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ روزہ دار اچھے اخلاق سے متصف ہو کر اور برے صفات سے بری ہو کر اپنے روزے کی حفاظت اور اس کے متنافی امور سے رکنے کا مأمور ہے، تاکہ روزے کا اصل مقصد حاصل ہو سکے، اور وہ اس پر وارد شدہ مغفرت کا حق دار بن سکے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((جو جھوٹ بولنا، اس پر عمل کرنا اور جہالت کو نہ ترک کرے، تو اللہ کو ایسے شخص کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے))[2]۔

فرمان نبوی ﷺ: ((الصیام جنة)) میں "جنة": جیم کے پیش (ـُ) اور نون مفتوحہ کے تشدید (ـّ) کے ساتھ ہے، جس کا مطلب: وہ چیز جو آپ کو محفوظ رکھے، یعنی جو تمہیں اس چیز سے چھپائے اور بچائے جس سے تم خوف کھاتے ہو۔

---

(1) بخاری (1894)، مسلم (1151)۔

(2) اسکی تخریج گذر چکی ہے (ص14)۔

مطلب یہ کہ روزہ اپنے اہتمام کرنے والے کو دنیا میں نافرمانی سے محفوظ رکھتا ہے، اور جب یہ نافرمانی سے ڈھال ہو گیا تو آخرت میں بھی جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائے گا، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((روزہ اسی طرح ڈھال کے مانند ہے جس طرح تم میں سے کسی کا جنگ میں استعمال ہونے والا ڈھال ہو))[1] جو کہ روزے کی فضیلت پر واضح دلیل ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان: ((فلا یرفُث)) فاء کے ضمہ (ُ) یا کسرہ (ِ) کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اور "رَفَث" راء اور فاء کے فتحہ (َ) کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو حیاء سوز بات کے معنی میں مستعمل ہے، اسی طرح جماع اور شہوت کے ساتھ چمٹنے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿أحل لكم ليلة الصيام الرفث إلى نسائكم﴾ [البقرة:187]۔

بہت سے علماء نے اس حدیث میں لفظ مذکور سے مراد فحش اور بے ہودہ باتیں مراد لی ہیں۔ واللہ اعلم

فرمان نبوی ﷺ: ((ولا يصخَب)) خاء معجمہ کے فتحہ (َ) کے ساتھ ہے، اور "صخب" چیخنے، چلانے اور شور شرابہ کے معنی میں مستعمل ہے۔

فرمان نبوی ﷺ: ((ولا يجهل)) یہاں پر جہل سے حِلم (بردباری) کا عکس مراد ہے، یعنی جاہلوں والے کام؛ چیخنا، چلانا اور بیوقوفی وغیرہ نہ کئے جائیں۔

فرمان نبوی ﷺ: ((فليقل: إني صائم)) یعنی: جب کوئی اس سے جھگڑا کرے، لڑائی پر آمادہ ہو یا برا بھلا کہے تو اسے چاہیے کہ وہ بھی انھیں کے مثل معاملہ نہ کرے، بلکہ

---

(1) اس کی تخریج امام نسائی (167/4)، ابن ماجہ (1639)، احمد (205/26)، ابن خزیمہ (193/3)، ابن حبان (409/8) نے کی ہے، اس کی سند صحیح ہے، اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی شاہد ہے۔

کہے کہ: ((میں روزہ سے ہوں))، ہوسکتاہے کہ اس کا دشمن یہ سوچ کراس سے لڑائی کرنے اوراسے براکہنے سے رک جائے کہ وہ اس سے روزہ کے سبب جیت ہی نہیں سکتا۔

بے شک حقیقی معنوں میں مقبول روزہ اعضاء کا برائیوں سے، زبان کا جھوٹ اور بے ہودہ باتوں سے اور پیٹ کا کھانے پینے سے اور شرم گاہ کا شہوت کی تکمیل سے رک جانا ہے۔

روزہ ایک تربیتی درسگاہ ہے جو حلم، صبر، اور سچائی کی تعلیم دیتاہے، اوراچھے اخلاق اور بہتر اقوال واعمال پر ابھارتاہے، لہذا روزہ دار شور شرابہ نہیں کرتا، فضول کام نہیں کرتا، غصہ نہیں کرتا، جھوٹ نہیں بولتا، بری بات نہیں کرتا، بلکہ اس کی بات ذکرالہی اور اس کی خاموشی اللہ کی کائنات میں غور وفکر کی صورت میں ہوتی ہے، روزے دار کا وقت انمول ہوتاہے، اس کے پاس فضولیات اور روزے کے ثواب میں کمی یا اس کی حقیقت کو ختم کردینے والے کاموں کی فرصت ہی نہیں ہوتی، واللہ اعلم۔

اے اللہ سلامتی کے راستوں کی طرف ہماری رہنمائی فرما، ہمیں تاریکی سے روشنی کی طرف نجات دے، ہمیں ہر طرح کی ظاہری وباطنی برائیوں سے محفوظ رکھ، ہمارے کانوں، آنکھوں، ہماری طاقت وقوت اور ہمارے ازاوج واولاد، مال ودولت میں برکت عطاکر، اے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

تیرہویں حدیث: روزے دار کے لئے مسواک کی مشروعیت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ -رَضِي اللَّه عَنْه- أَنّ النبي -صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ: ((لَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عند كُلِّ وضوء)). متفق عليه (١). وللبخاري تعليقاً: ((مع كل وضوء)).

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اگر میں اپنی امت (کے لوگوں) پر بھاری نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم ضرور دیتا))۔ متفق علیہ، امام بخاری کے یہاں ایک معلق روایت میں: ((ہر وضوء کے ساتھ)) کا لفظ وارد ہے۔

تشریح: یہ حدیث ہر -فرض یا نفل- نماز کے وقت مسواک کے تاکید پر دلیل ہے، اس حکم میں روزے دار یا غیر روزے دار اور دن کے اول حصے یا آخر حصے کی تفریق نہیں کی گئی ہے، تاکہ نمازی عبادت میں سب سے اچھی شکل و صورت اور اچھی خوشبو کے ساتھ داخل ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی فرمان نبوی ﷺ میں ہے کہ: ((مسواک منہ کو پاک اور رب کو راضی کرتا ہے))،[2] یہ بھی عام ہے جو روزے دار اور غیر روزے دار دونوں کو شامل ہے، لہذا تخصیص کے ثابت ہونے تک اس پر عموم کے اعتبار سے عمل کرنا واجب ہے، ویسے اس عام کو خاص کرنے والی کوئی صحیح دلیل ہے ہی نہیں۔

---

(1) اس کی تخریج امام بخاری (847) اور مسلم (252) نے کی ہے، اور لفظ (مع كل وضوء) کو بخاری نے تعلیقاً نقل کیا ہے، حافظ نے ذکر کیا ہے کہ نسائی اور ابن خزیمہ نے مالک سے اسے موصولا روایت کیا ہے، دیکھئے: الإرواء (١/١٠٩)۔

(2) اس کی تخریج امام نسائی (10/1)، احمد (240/40)، نے کی ہے اور امام بخاری نے اسے صیغہ جزم کے ساتھ تعلیقاً نقل کیا ہے (158/4) "الفتح"، اس حدیث کے متعدد صحابہ سے مروی کئی شواہد بھی ہیں، دیکھئے: التلخيص الحبير (70/1)، الإرواء (105/1)۔

☆ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ: روزے دار کو مسواک کا استعمال کرنے کے بارے میں نہ ہی نفی میں کوئی صحیح حدیث وارد ہے اور نہ ہی اثبات میں، ہاں مگر نبی ﷺ نے ہر وضو اور نماز کے وقت روزے دار اور غیر روزے میں فرق کئے بغیر اس پر ابھارا ضرور ہے، اسی طرح جمعہ کے روز بھی روزے دار اور غیر روزے دار میں فرق کئے بغیر مسواک کی تاکید کی گئی ہے، اور ہم نے اس کے دس فوائد کا تذکرہ پہلے طہارت کے مسائل کے ساتھ کردیا ہے، جبکہ روزے کے مسائل میں ان کا تذکرہ کرنا زیادہ بہتر تھا[1]۔

اور روزے دار کے لئے مسواک کے مشروعیت کا قول ہی اس مسئلہ میں راجح ہے۔

☆شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہاللہ فرماتے ہیں کہ: ((زوال کے بعد مسواک کی کراہت کے سلسلے میں کوئی ایسی شرعی دلیل ثابت نہیں ہے، جو اس قابل ہو کہ وہ مسواک کے سلسلے میں وارد عام نصوص کو خاص کرسکے))[2]۔

اور جن لوگوں نے روزے دار کیلئے زوال کے بعد مسواک کو مکروہ مانا ہے انھوں نے فرمان نبوی ﷺ: ((جب تم روزہ رکھو تو صبح میں مسواک کرو اور شام کے وقت نہ کرو))[3] سے استدلال کیا ہے، حدیث میں وارد لفظ "عشي" سے مراد: دن کا آخری حصہ

---

(1) عارضة الأحوذي میں (256/3)، اور (40/1) پر انھوں (ابن عربی) نے مسواک کے فوائد ذکر کئے ہیں۔

(2) مجموع الفتاوی (266/25)۔

(3) اس کی تخریج دار قطنی (204/2)، بیہقی (274/4) نے کیسان کے طریق سے کی ہے، وہ یزید بن بلال اور وہ علی رضی اللہ عنہ سے موقوفا روایت کرتے ہیں، اور کیسان کے واسطے سے ہی وہ عمرو بن عبد الرحمن اور وہ خباب سے مرفوعاً بھی روایت کرتے ہیں، اسی طرح اس کی تخریج طبرانی نے الکبیر (78/4) میں اور دولابی نے الکنی (52/2) میں علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے، دار قطنی نے کہا ہے کہ: کیسان ابو عمر **قوی نہیں** ہیں، اسی طرح ان کے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کے **راوی غیر معروف** ہیں، اسی طرح بیہقی نے بھی کہا ہے، اور حافظ نے تلخیص (73/1) میں کہا ہے کہ: اس کی **اسناد ضعیف** ہے۔

ہے زوال سے لے کر مغرب تک کا وقت، مگر یہ حدیث ضعیف ہے اس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔

اسی طرح انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی پہلے گذر چکی اس حدیث سے بھی استدلال کیاہے جس میں ہے کہ: ((روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک (کستوری) سے بھی زیادہ خوشبو دار ہے))، جس میں وجہ دلالت یہ ہے کہ "خُلُوف" خاء کے پیش(ـُ) کے ساتھ اس ناپسندیدہ بو کو کہاجاتاہے جو معدہ کے کھانے وغیرہ سے خالی ہونے کی صورت میں منہ سے نکلتی ہے جو کہ غالباً دن کے آخری حصہ میں ہی ظاہر ہوتی ہے، اور وہ اللہ تعالی کو محبوب ہے لہذا وہ اطاعت کی وجہ سے ہونے باعث شرعاً محبوب شمار ہوگی، لہذا اسے مسواک کے ذریعہ ختم کرنا مناسب نہیں۔

لیکن اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں؛ اس لئے کہ خلوف کھانے وغیرہ سے پیٹ کے خالی ہونے کے سبب معدہ سے پیدا ہوتاہے، جو کہ مسواک سے زائل نہ ہوگا، اور وہی اللہ تعالی کو محبوب ہے کیونکہ وہ بندے کے اپنے پسند کے خلاف اپنے رب کی رضا کیلئے شہوت کو ترک کرنے کی وجہ سے ہوتاہے، نہ کہ بندے کا اپنے منہ اور دانتوں میں عمداً گندگی کو ترک کرنا پسندیدہ عمل ہے!، پھر یہ بات بھی ہے کہ بعض روزے داروں کو سرے سے خلوف ہوتاہی نہیں ہے، چاہے وہ معدے کے صفائی کی وجہ سے ہو یا اس لئے کہ ان کا معدہ جلدی ہضم نہ کرتا ہو اور کبھی تو خلوف (بعض کو) زوال سے قبل ہی حاصل ہو جاتاہے!۔

حضرت عبدالرحمن بن غنم –غین کے فتحہ(ـَ) اور نون کے سکون(ـْ) کے ساتھ- سے اس بابت ایک بہترین بات وارد ہے، فرماتے ہیں کہ: ((میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ: کیا میں روزے کی حالت میں مسواک کرسکتا ہوں؟ تو انھوں نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: دن کے کس حصہ میں؟ انھوں نے جواب دیا: صبح یا شام کبھی بھی، میں نے کہا: لوگ شام کے وقت مسواک کرنے کو ناپسند کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ((روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبو دار ہوگی))؟ تو انھوں نے کہا: سبحان اللہ! تحقیق کہ یہ مسواک کا حکم انھیں دیا گیا ہے جو اپنے منہ کو عمدا بدبو دار کرنے والے نہیں تھے[1]، اس طرح مسواک نہ کرنے میں کوئی بھلائی نہیں بلکہ اس میں تو بہت سے نقصانات ہیں، واللہ اعلم۔

اے اللہ تو ہمارے عمر کے آخری حصہ کو سب سے اچھے لمحات بنا، اور ہمارے آخری اعمال کو سب سے بہتر عمل بنا، جس دن ہم تجھ سے ملیں وہ دن ہمارا سب سے اچھا دن ہو، اور ہمیں اس حالت میں موت دے کہ تو ہم سے راضی ہو، اور اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

(1) اسے امام طبرانی نے الکبیر (20/70-71) میں روایت کیا ہے، اور اس کے سند میں بکر بن خنیس کوفی العابد نامی راوی ہیں اکثر لوگ اس کی ضعف کے قائل ہیں، اور ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے، دیکھئے: "تہذیب الکمال" (4/208)۔

چودھویں حدیث: روزے دار پر قئے کے اثر کا بیان

عن أبي هريرة -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- : ((من ذرعه القيءفليس عليه قضاء، ومن استقاء فليقض)). رواه أبو داود والترمذي وابن ماجه وأحمد[1]، ورواته ثقات.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((جس شخص کو قئے غالب آجائے اس پر قضاء نہیں ہے، اور جو عمداً قئے کرے وہ قضاء کرے))۔اس حدیث کو امام ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے، اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

تشریح: یہ حدیث روزے دار کے عمداً قئے کرنے سے اس کے روزہ کے فاسد ہو جانے پر دلیل ہے، اور یہ کہ اس پر قضاء کرنا ضروری ہوگا، جمہور کا یہی مذہب ہے۔

رہی بات بلا اختیار قئے کے آجانے اور اس کے غالب ہو جانے کی تو اس صورت میں روزہ صحیح ہوگا، اور اس پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

☆امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ((میں اس بارے میں اہل علم کے نزدیک کوئی اختلاف نہیں جانتا))۔[2]

☆اور امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (اکثر اہل علم کا یہی قول ہے)۔[1]

---

(1)اس کی تخریج امام ابوداود(2380)، ترمذی(720)، ابن ماجہ(536/1)، احمد(283/16)، حاکم(427/1)، وغیرہم نے عیسی بن یونس کی طریق سے کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ہشام بن حسان نے بیان کیا وہ ابن سیرین سے اور انہوں نے اسے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس کی اسناد امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، امام دارقطنی(84/2)میں فرماتے ہیں کہ: اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، مگر یہ روایت معلول ہے، امام احمد، بخاری، دارمی، ابوداود، ترمذی، وغیرہم نے اس میں علت بیان کی ہیں، اور اسے غیر محفوظ قرار دیا ہے، کیونکہ ابوہریرہ کا فتوی اسکے خلاف ہے، جیسا کہ آئندہ آئے گا، اور یہ بات معروف ہے کہ "رواته ثقات" کہنے سے حدیث کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔

(2) معالم السنن(261/3)۔

"استقاء"کا معنی: قصداً اس کے خروج کا سبب بننا ہے۔

اور "ذرعه" کا معنی ہے: غالب آجانا اور بلاارادہ نکل جانا۔

حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان جان بوجھ کر قئے کرے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، چاہے قئے تھوڑا ہو یا زیادہ کیونکہ اس کے علاوہ دوسرے مفطرات میں کم اور زیادہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

☆امام موفق ابن قدامہ فرماتے ہیں : قئے چاہے کھانا ہو یا ڈکار یا بلغم یا خون وغیرہ سب ہی برابر ہے، اس لئے کہ تمام چیزیں حدیث کے عموم میں آجاتی ہیں۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب[2]۔

☆اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قئے کے مفطر ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: تحقیق کہ روزے دار کو کھانے پینے سے قوت اور غذائیت پہونچانے والی چیزوں سے منع کیا گیا ہے، اس لئے اسے ایسی چیزوں سے بھی روکا گیا ہے جس سے اسے کمزوری لاحق ہو یا اس سے غذائیت کے مادے نکل جائیں، ورنہ اگر اسے اس کی اجازت ہوگی تو نقصان ہوگا، اور وہ اپنی عبادت میں حد سے تجاوز کرنے والا ہی ہوگا، انصاف کرنے والا نہ ہوگا[3]۔

اور بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ قئے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جیسا کہ ابن عباس، ابو ہریرہ، عکرمہ اور ایک روایت میں امام مالک کا قول ہے، امام بخاری

---

(3)المغنی(368/4)۔

(1)المغنی (36/4)۔

(2) مجموع الفتاوی(173/4)۔

کے اختیار سے بھی یہی ظاہر ہے،[1] کیونکہ اس بارے میں آپ ﷺ سے کوئی بھی چیز ثابت نہیں ہے جبکہ قئے تو ایک عام سی چیز ہے۔

☆اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "جب کوئی قئے کرتا ہے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لئے کہ اس سے اندر موجود اشیاء خارج ہوتی ہیں، کوئی شئے اندر داخل نہیں ہوتی"[2]۔ واللہ اعلم

اللہ تو ہمیں راہ اطاعت کی توفیق دے، سنت کی پیروی اور جماعت کو لازم پکڑنے پر ثابت قدم رکھ، اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنانا جنھوں نے حق جان کر بھی اسے ضائع کر دیا، اے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

---

(3) بخاری نے اسے صحیح سند سے تعلیقا روایت کی ہے (173/4 "فتح الباری")۔

(4) بخاری نے اسے صحیح سند سے تعلیقاً روایت کی ہے (173/4 "فتح الباری")۔

15ویں حدیث: رمضان کے دنوں میں جماع کے حکم کا بیان

عَنْ أبي هريرة -رضي اللَّهُ عَنْهُ- ،عن رسول الله ﷺ أنه أتاه رَجُلٌ ، فَقَالَ: يارسول الله، هَلَكْتُ. قَالَ : وَمَا أَهْلَكَكَ ؟ ، قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: هَلْ تَستطيع مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً ؟ ، قَالَ:لَا، قَالَ: ((هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ؟))، قَالَ: لَا، قَالَ: ((هَلْ تستطيع أن تُطْعِمُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ؟))، قَالَ: لَا، قَالَ: ((فاجلس))، فجلس، فَأُتِيَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ. قَالَ: ((فتَصَدَّقْ بِهِ)).، قَالَ: ما بين لابتيها أحد أَفْقَرَ مِنَّا! قال: فَضَحِكَ رسول الله -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ. قَالَ: ((خذه فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ)). متفق عليه[1].

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں ہلاک ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((کس چیز نے تمہیں ہلاک کیا ہے؟))، اس نے کہا: میں نے رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے صحبت اختیار کرلی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ((کیا تم ایک گردن آزاد کرسکتے ہو؟))، اس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ((کیا تم دو ماہ لگاتار روزہ رکھ سکتے ہو؟))، اس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ((کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟))، اس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ((اچھا بیٹھو))، چنانچہ وہ بیٹھ گیا، اسی درمیان آپ ﷺ کی خدمت میں ایک ٹوکری بھر کھجوریں پیش کی گئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ((لو اسے صدقہ کردو))، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس شہر میں ہم سے زیادہ فقیر کوئی ہے ہی نہیں! راوی کہتے ہیں کہ: یہ سن کر آپ ﷺ

(1) اس حدیث کو امام بخاری نے مختلف جگہوں پر مختلف الفاظ سے نقل کی ہے، انہیں میں سے (1936) بھی ہے ، اور امام مسلم نے اس حدیث کو (1111) نمبر پر روایت کی ہے۔

ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے کچلی والے دانت ظاہر ہوگئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا؛ تواسے لےلواوراپنے گھر والوں کو ہی کھلادو))۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث رمضان کے دنوں میں روزے دار کے لئے جماع کے گناہ کی سنگینی پر دلیل ہے، کیونک ہآپ ﷺ نے اس آدمی کے ((میں ہلاک ہوگیا))، یعنی:روزے کی حالت میں جس چیز کا کرنا مجھ پر حرام تھا میں نے وہ کام کرلیاہے، کہنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاسے مروی حدیث میں ہے کہ اس نے کہاتھا: ((میں جل گیا))۔[1]

یہ حدیث اس بات پر بھی دلیل ہے کہ جس نے رمضان کے دن میں روزہ رکھ کر جماع کرلیا؛ اگر جان بوجھ کرروزہ رہنے کی حالت میں ایسا کیاہوتو اس کاروزہ باطل ہوجائیگا، جمہور کے قول کے مطابق اس پر سچی توبہ کے ساتھ ساتھ اس دن کی قضاء بھی واجب ہوگی۔

اسی طرح ایسے شخص پر اس برائی کے ارتکاب پردرج ذیل کفارات بھی بالترتیب لازم آئیں گے:

1-مومن گردن (غلام) آزاد کرنا۔

2-اگراس کی استطاعت نہ ہوتودوماہ لگاتارروزے رکھنا۔

3-اگراس کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کوکھاناکھلانا، ہر مسکین کیلئے اچھی کوالٹی سےایک مد گیہوں[2]، اورمد کی مقدار 563 گرام ہوتی ہے، اس میں چاول وغیرہ جو عام طورسے کھانے میں استعمال ہوتاہووہ بھی دیاجاسکتاہے۔

---

(2)اس کی تخریج امام مسلم(1112)نے کی ہے۔

(3)کیونکہ بعض روایات کے اندر مجامع کے قصے میں واردہے کہ: "اسی وقت ایک ٹوکری لائی گئی جس میں 15صاع تھا"۔ فتح الباری(69/4)کامراجعہ کریں۔

اگرکوئی شخص بھول کر جماع کرلے تواہل علم کے دو قول میں سے صحیح قول کے مطابق اس کاروزہ صحیح ہوگااس پرنہ ہی قضاء ہوگی اورنہ ہی اسے کفارہ دیناہوگا۔

☆امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ((حسن اور مجاہدنے کہاہے کہ: اگربھول کر جماع کرے تواس پرکچھ بھی واجب نہ ہوگا۔(1)

اسی طرح اگرکوئی طلوع فجر کے وقت رات کے باقی ہونے کے خیال میں جماع کرلے، پھراسے معلوم ہوکہ فجر تو طلوع ہوچکاہے توایسی صورت میں اس پربھی اہل علم کے راجح قول کے مطابق قضاءاور کفارہ نہیں ہوں گے۔

☆شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتےہیں: ((یہ قول تمام اقوال میں سب سے صحیح، شرعی اصول اور کتاب و سنت کی دلالت کے بالکل موافق ہے، یہی امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کے اصول کاقیاس بھی ہے، اس لئےکہ اللہ تعالی نے بھولنے اور غلطی کرنےوالے کی خطا کو معاف کردیاہے، اوریہ بھی غلطی کرنے والا ہی ہے، اوراللہ تعالی نے تو کھاناپینا اور بیویوں سے قربت کوطلوع فجر تک جائز قرار دیاہے، لہذا جس نے کوئی مندوب اور مباح کام کیاتووہ مفرط نہ ہوگا،اورایسا شخص بھولنے والے کے مقابلے میں عذر کازیادہ حقدار ہوگا،واللہ اعلم)) (2)۔

یہ تورہاآدمی کا حکم، رہی بات عورت کی تواس کاروزہ بھی فاسد ہوجائے گا، اوراس پر مطلق طور پر قضاء لازم ہوگی، البتہ اگروہ بھیراضی رہی ہو تو اسے بھی کفارہ دیناپڑے گالیکن اگرمجبورکی گئی ہوتوایسی صورت میں اس پرکچھ لازم نہ آئے گا۔

اگرانسان رمضان کی قضاءکےروزے کی حالت میں جماع کرلے تواس کاروزہ بھی فاسد ہوجائے گا، اسے توبہ کرتےہوئے اس دن کی قضاء کرنی ہوگی، لیکن اس پرکفارہ نہ ہوگا،کیونکہ کفارہ رمضان کےدنوں میں روزےکی حالت میں جماع پر وارد ہے، اس لئےکی اسکی خاص

---

(1)فتح الباری (155،156/4)،اور دیکھئے: تغلیق التعلیق(156،157/3)،الدراری المضیئۃ(22/2)۔

(2)مجموع الفتاوی(264/25)۔

حرمت ہے،اور روزے کے توڑنے سے اس کے حرمت کی پامالی ہوتی ہے، قضاء کے برخلاف کہ اس کے لئے تو باقی دن بھی ایک ہی مانند ہوتے ہیں[1] ۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہمیں مخالفت اور نافرمانی کے اسباب سے محفوظ رکھ، ہمیں اس طرح ایمان لانے کی توفیق دے جس سے تو ہم سے راضی ہو جا، اور اے اللہ تو ہمارے پہلے اور بعد کے اور ظاہر و پوشیدہ اور ان تمام گناہ کو جنھیں تو ہم سے زیادہ جانتا ہے معاف فرما دے، اے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

(1)الكافي (357/1)، الدرر السنية (388/3).

سولہویں حدیث: حالت جنابت میں صبح کرنے والے شخص کا روزہ

عن عائشة و أم سلمة -رضي الله عنهما-: ((أن النبي -صلى الله عليه وسلم- كان يصبح جنبا من جماع، ثم يغتسل و يصوم)) متفق عليه. وفي حديث أم سلمة: ((ولا يقضي))[1].

ترجمہ: حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: ((نبی پاک ﷺ جماع کی وجہ سے حالت جنابت میں صبح کرتے تھے، پھر آپ ﷺ غسل کرتے اور روزہ رکھتے)) متفق علیہ۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں (اضافہ) ہے کہ: ((اور (آپ ﷺ) اس کی قضاء نہیں کرتے تھے))۔

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اگر صائم اس حالت میں صبح کرے (فجر طلوع ہو) کہ وہ جماع یا احتلام کی وجہ سے جنبی ہو تو اس کا روزہ صحیح ہوگا، اگرچہ وہ طلوع فجر کے بعد ہی کیوں نہ غسل کیا ہو، اگر وہ کھانے پینے اور دیگر روزہ توڑنے والی چیزوں سے روزہ کی نیت کرکے اس کا وقت شروع ہوتے ہی رک جائے۔

اور جنابت ہر اس حالت کو کہا جاتا ہے جس میں انزال یا جماع کے سبب غسل واجب ہو جائے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ﴾ [البقرة:187]، اور اللہ تعالی نے جب طلوع فجر کے واضح ہونے تک اجازت جماع دے دی ہے، تو اس سے یہی لازم آتا ہے کہ غسل طلوع فجر کے بعد ہی ممکن ہوگا۔

اس حدیث میں جنابت کو جماع سے خاص کرنے سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ آپ ﷺ کا غسل کو مؤخر کرنا آپ کی اختیار کے سبب ہی تھا، اور یہ کوئی بے اختیاری

---

(1) بخاری (1925)(1926)، مسلم (1109)۔

چیز نہ تھی ، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنابت کی وجہ سے غسل کرنے میں جلدی کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ اس کا طلوع فجر کے بعد تک مؤخر کرنا بھی جائز ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس کوئی مسئلہ دریافت کرنے آیا -جسے وہ دروازے کے پیچھے سے سن رہی تھیں- اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نماز کے وقت تک حالت جنابت میں رہ جاتا ہوں؛ تو کیا میں روزہ رکھ سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((میں بھی نماز تک حالت جنابت میں ہوتا ہوں پھر بھی روزہ رکھتا ہوں))، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ تو ہماری طرح نہیں ہیں!، اللہ نے تو آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ((اللہ کی قسم مجھے امید ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تقوی کے اسباب کی بابت بھی سب سے زیادہ جاننے والا میں ہی ہوں))[1]۔

اسی طرح حیض و نفاس والی عورتوں کا بھی مسئلہ ہے کہ جب ان کا خون رک جائے اور فجر سے پہلے پاکی کا احساس ہوجائے تو وہ بھی لوگوں کے ساتھ روزہ رکھیں گی، اگرچہ وہ طلوع فجر کے بعد ہی کیوں نہ غسل کریں کیونکہ وہ اس صورت میں صوم کی اہل شمار ہوں گی، لہذا انھیں نماز فجر کے وقت پر ادائیگی کی خاطر غسل کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔

اگر روزے دار کو روزہ کے دن میں احتلام ہو جائے تو وہ غسل کرلے گا، اور اس کا صوم صحیح ہوگا، کیونکہ وہ اس کے ارادہ اور اختیار سے پرے چیز ہے،اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿لا يكلف الله نفسا إلا وسعها﴾ [البقرة:286]۔

---

(1) مسلم(1110).

اسی حدیث میں روزے دار کے کیلئے غسل کا جواز بھی ہے، کیونکہ غسلِ واجب، مسنون اور جائز میں کوئی فرق نہیں۔

☆امام بخاری رحمہ اللہ نے: ((باب اغتسال الصائم)) یعنی روزے دار کے غسل کے سلسلے میں باب قائم کر فرمایا ہے کہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اوپر حالت صوم میں کپڑا بھگو کر ڈالا، امام شعبی روزے کی حالت میں حمام میں داخل ہوئے[1]، اور حسن نے کہا: ((روزے دار کیلئے کلی کرنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے))۔

پھر امام بخاری نے اسی باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی شروع شروع میں ذکر شدہ حدیث کو نقل کیا۔[2]

☆ابن المنیِّر الکبیر نے مذکورہ باب کے تحت فرمایا ہے کہ: ((اس میں روزے دار کیلئے غسل کو مکروہ تصور کرنے والوں پر رد ہے، کیونکہ اگر کوئی ان کیلئے غسل کو حلق تک پانی پہونچنے کے ڈر سے مکروہ سمجھتا ہے تو یہ علت مسواک اور کلی اور ہانڈی کا ذائقہ معلوم کرنے وغیرہ سے باطل ہو جاتی ہے، اور اگر کوئی اس کو رفاہیت کی وجہ سے ان کیلئے مکروہ سمجھتا ہے تو سلف نے روزے دار کیلئے بناؤ سنگھار، کنگھی کرنے، تیل اور سرمہ وغیرہ لگانے کی اجازت دی ہے، اسی لئے انھوں نے ان افعال[3] کو اغتسال کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے))[4]۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہمیں فرمانبرداروں کے راستے پر چلا، اور ہمیں اس پر ثابت قدم رہنے اور استقامت کی توفیق عطا کر، اے اللہ ہمیں حسرت و ندامت کے اسباب سے عافیت دے، ہمیں

---

(1) حمام: وہ جگہ جہاں گرم پانی سے غسل کیا جاتا ہے، آج کل ہمارے یہاں معروف (حمام) کے معنی میں نہیں ہے۔

(2) فتح الباری (153/4).

(3) افعال سے مراد: مسواک کرنا، کھانا چکھنا، تیل لگانا وغیرہ ہے، انہوں نے ان کے جواز کے سلسلے میں سلف سے کئی آثار بھی ذکر کئے ہیں۔

(4) المتواري على تراجم البخاري از: ابن المنير ص(131)۔

قیامت کے دن کے خوف سے امان میں رکھ،اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

17ویں حدیث: روزے دار کے لئے مباشرت اور بوس وکنار کا حکم

عن عائشة رضي الله عنها قالت:((كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل وهو صائم، ويباشر وهو صائم ، ولكنه كان أملككم لأربه)). رواه البخاري ومسلم.وفي رواية لمسلم:((كان يقبل في شهر الصوم))[1].

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہافرماتی ہیں کہ: ((رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے، اور روزے کی حالت میں مباشرت بھی کرتے تھے، لیکن وہ تم میں سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر کنٹرول کرنے والے بھی تھے))۔ بخاری اور مسلم۔اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ: ((رسول اللہ ﷺ روزے کے ماہ میں بوسہ لیاکرتے تھے))۔

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ روزے دار کیلئےاپنی بیوی سے بوس وکناراور مباشرت جائز ہے، اور اس حکم میں نفلی اور فرض روزوں میں کوئی فرق نہیں، الا یہ کہ وہ اپنی شہوت کے بھڑکنے اور-سریع الانزال ہونے کے سبب- منی کے نازل ہونے کا خوف کھائے یااسے اس کے ذریعہ جماع تک پہونچنے کااندیشہ ہو تو ایسے شخص کیلئے اس صورت میں سد ذریعہ کی خاطر بوسہ اور مباشرت ترک کرنا واجب ہوگا، کیونکہ روزے کو خراب ہونے سے بچانا واجب ہے، اور جس چیز کے بغیر واجب پورا نہ ہووہ بھی واجب کی حیثیت رکھتاہے؛ اور اس لئے بھی کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کرنے والے کوناک میں پانی داخل کرتے ہوئے مبالغہ کا حکم دیاہے مگر روزے کی حالت میں نہیں، تاکہ پانی اس کے پیٹ تک نہ پہونچ جائےاسی طرح سے بوس وکنار سے بھی منع کیاجائے گاتاکہ اس کے سبب جماع نہ واقع ہو جائے جس سے کہ روزہ فاسد ہو جاتاہے۔

---

(1)اسے امام بخاری(1927)،اور مسلم(1106)نے روایت کیاہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول: ((ولكنه كان أملككم لأَرَبه)) **ترجمہ:** ((لیکن وہ تم میں سب سے زیادہ اپنے خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے)) اسی پر دلالت کرتا ہے، اس حدیثمیں لفظ "أَرَب" ہمزہ اور راء کے فتحہ (َ) کے ساتھ ہے، جو غرض اور حاجت نفس کو کہا جاتا ہے، اور "إرْب" ہمزہ کے کسرہ (ِ) اور راء کے سکون (ْ) کے ساتھ عضو مراد ہوتا ہے اور حاجت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ معنی یہ کہ روزہ دار کو بوس و کنار سے بچنا چاہیے، اور یہ گمان نہ کریں کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے مثل ہیں لہذا یہ ہمارے لئے بھی جائز ہوگا، کیونکہ آپ ﷺ اپنے نفس پر کنٹرول رکھتے تھے، اس وجہ سے آپ کو کسی چیز کے وقوع کا خدشہ نہ تھا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو اپنے حاجت پر کنٹرول نہ کرسکے اس کے لئے ایسا کرنا نقصان دہ ہوگا۔(1)

اور مباشرت سے مراد دونوں کے جسم کا چمٹنا ہے؛ جو کہ بوس و کنار سے عام ہے، اور اس کا اطلاق جماع پر بھی ہوتا ہے، مگر وہ یہاں پر مراد نہیں ہے، اور بوسہ کے بعد مباشرت کا ذکر خاص کے بعد عام کے ذکر کے قبیل سے ہے، کیونکہ بوسہ مباشرت سے خاص ہے۔

اس لئے روزے دار کے بوس و کنار یا مباشرت کرتے ہوئے منی نکل جانے سے اس کا روزہ فاسد ہوجائے گا، اور بقول جمہور اس پر قضاء لازم آئے گی، لیکن اس پر کفارہ نہ ہوگا کیونکہ کفارہ جماع کے ساتھ خاص ہے، ہاں مگر اس پر ندامت، توبہ، استغفار اور اس طرح کی شہوت کو برانگیختہ کرنے والی چیزوں سے بچنا ضروری ہوگا، اس لئے کہ اس سے یہ چیز ایک عظیم عبادت میں صادر ہوئی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ((بندہ (بحالت روزہ) اپنے کھانے پینے،

---

(1) دیکھئے: "المعلم بفوائد مسلم للمازری" (2/33-34)۔

اپنی لذت اور بیوی کو میری ہی خاطر ترک کرتا ہے))[1]۔ لہذا روزہ دار سے اپنے تمام لذت و شہوات کا چھوڑنا مطلوب ہے، اور اس عموم میں منی کا انزال بھی داخل ہے[2]۔

اگر مباشرت اور بوس و کنار کرتے ہوئے مذی خارج ہو تو علماء کے دو قول میں صحیح قول کے مطابق اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا، اس لئے کہ وہ ایسی چیز ہے جس پر غسل واجب نہیں ہوتا ،لہذا وہ پیشاب کے مثل شمار ہوگا۔

روزے دار کو چاہئے کہ وہ ہر اس چیز سے اجتناب کرے جو اسے حرام میں واقع کرے یا روزے میں خلل ڈالے یا اس کے ثواب میں کمی واقع ہو، کیونکہ یہ اللہ تعالی کے اوامر و نواہی کی تعظیم کے باب سے ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ذلك ومن يعظم حرمت الله فهو خير له عند ربه﴾ واللہ أعلم۔

اے اللہ ہمیں ایمان کی حالت میں وفات دے، ہمیں نیک لوگوں میں شامل کر، اے اللہ تو ہمیں اپنی نافرمانیوں سے بچنے کی توفیق دے، ہمیں اپنے رضا کے راستوں کی رہنمائی فرما، اور ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائی سے نواز، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ آمین

(2) صحیح ابن خزیمہ (197/3)۔

(3) دیکھئے: "الترجيح فى مسائل الصوم والزكاة" بقلم: محمد بن عمر بازمول ص(96)۔

18ویں حدیث: مریض اور مسافر کے روزے کا حکم

عن أنس بن مالك -رضي الله عنه- قال: ((سافرت مع رسول الله ﷺ في رمضان، فلم يَعِبِ الصائم على المفطر، ولا المفطر على الصائم)). متفق عليه[1].

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: ((میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان میں سفر کیا، ہم میں سے نہ روزے داروں نے افطار کرنے والوں (کے عمل) کو معیوب سمجھا اور نہ افطار کرنے والوں نے روزے داروں کو))۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ مسافر اگر روزہ رکھنے کی طاقت پائے تو روزہ رکھے اور اگر وہ اپنے لئے افطار کو بہتر تصور کرے تو افطار کی بھی رخصت ہے، جس کی اسے بعد میں قضاء کرنی ہوگی، کیونکہ آپ ﷺ نے صحابہ کے روزہ رکھنے اور افطار کرنے پر سکوت اختیار کیا اور آپ ﷺ کا کسی امر پر سکوت اختیار کرنا بھی حدیث کی ایک قسم ہے جو کہ حجت ہے، اور یہ شریعت کے آسانیوں میں سے ایک ہے، (تمام تر تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں)، اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام أخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾ [البقرة:185].

افطار کی رخصت سفر کے باعث ہے—نہ کہ مشقت کی وجہ سے- لہذا اگر کوئی مثال کے طور پر بذریعہ جہاز سفر کرے تو اس کیلئے اپنے شہر کے چھوڑنے اور مسافر ہونے کی وجہ سے افطار جائز ہوگا۔

اور متعدد نصوص اس بارے میں دلیل ہیں کہ اگر مسافر کو روزے کی وجہ سے سخت مشقت کا سامنا ہو تو اس پر روزہ حرام ہوگا، کیونکہ نبی ﷺ کو غزوہ فتح کے موقع

(1) اسکی تخریج امام بخاری (1947)، اور مسلم (1121) نے کی ہے۔

پر بتایا گیا کہ لوگوں پر روزہ رکھنا بھاری پڑ رہا ہے تو آپ ﷺ نے عصر کے بعد پانی طلب کر کے اسے نوش کیا اور لوگ آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے، پس آپ ﷺ سے کہا گیا کہ: بعض لوگوں نے (ابھی بھی) روزہ رکھا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((وہ نافرمان لوگ ہیں وہ نافرمان لوگ ہیں))[1]۔

لیکن اگر اس پر روزہ معمولی مشقت کا باعث ہو تو بھی اسکے لئے افطار ہی بہتر ہے؛ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ((بے شک اللہ تعالی کو اپنے دیئے ہوئے رخصت کا قبول کرنا بھی ایسے ہی پسند ہے جیسے معصیت کا ارتکاب اسے ناپسند ہے))[2] اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ: ((جس طرح واجبات پر عمل اللہ کو پسند ہے))[3]۔

اگر اس پر روزہ بھاری نہیں پڑتا تو اسے اپنے اعتبار سے آسانی پر عمل کرنا چاہئے، اور دونوں برابر ہو تو اس صورت میں آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے روزہ رکھنا افضل ہوگا، ذمہ داری کی ادائیگی کے لحاظ سے یہی بہتر بھی ہے، کیونکہ اس وقت لوگوں کے ساتھ روزہ رکھنے میں اسے زیادہ نشاط بھی محسوس ہوگی۔

اور رہی بات مریض کی تو اگر وہ بلا ضرر و مشقت روزہ رکھنے کی طاقت پائے تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہوگا، ورنہ فرمان باری تعالی: ﴿ومن كان مريضا او على سفر فعدة من أيام آخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾ [البقرة:185] کے عموم کی وجہ سے افطار کرے گا۔

---

(1) اسے امام مسلم (1114) نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) اسے أحمد (112/10)، ابن خزیمہ (950)، ابن حبان (451/6) نے أبوہریرہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

(3) اسے ابن حبان (333/8)، اور طبرانی نے "الکبیر" (11881) میں بواسطہ ابن عباس رحمہ اللہ نقل کیا ہے، اور حدیث کے متعدد صحابہ سے شواہد بھی وارد ہیں۔

جب بیماری دن میں، دورانِ روزہ لاحق ہو اور روزہ پورا کرنا مشکل ہو جائے تو اس صورت میں افطار کو جائز کرنے والے عذر کی وجہ سے دن کے کسی بھی حصہ میں افطار کرنا جائز ہوگا۔

اور جہاں تک روزے رکھنے سے عاجز بوڑھے آدمی کا مسئلہ ہے تو وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا۔ اور کھانا کھلانے کے سلسلے میں اسے اختیار ہوگا کہ وہ مساکین پر دانے کی صورت میں فی کس اچھی کوالٹی کا ایک مد -مد کی مقدار 563 گرام – تقسیم کردے یا کھانا پکا کر افطار والے دنوں کے بقدر مساکین کو دعوت دے دے۔

☆کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ((وہ ایک سال روزہ رکھنے سے کمزور ہوگئے تو انھوں نے ایک جفنہ (دیگ) ثرید بنا کر تیس مسکینوں کو بلایا اور انھیں پیٹ بھر کھانا کھلا دیا))[1]۔

جو شخص بالکل بوڑھا ہو جائے، اس میں تمیز کی صلاحیت تک نہ ہو، تو اس صورت میں تکلیف کے ساقط ہونے کے باعث نہ اس پر روزہ ہوگا اور نہ ہی وہ کسی کو کھانا کھلائے گا، لیکن کبھی کبھار اگر اسے ہوش بھی آتا ہو تو اس وقت اس پر روزہ رکھنا واجب ہوگا[2]۔

اے اللہ ہم تیری رضا کے ذریعہ تیری ناراضگی سے پناہ چاہتے ہیں اور تیرے درگزر کے ذریعے تیری سزا سے پناہ چاہتے ہیں ، اور اے اللہ ہم تیرے ذریعہ تجھ سے پناہ چاہتے ہیں، ہم تیرے تعریف کو اس طرح شمار نہیں کر سکتے جس طرح تو نے خود تعریف کی ہے، اور ہم تجھ سے ہی اچھے اعمال اور اخلاق کا سوال کرتے ہیں، اس لئے کہ

---

(1) اسے عبد الرزاق (7570)، ابن أبي شیبہ (533/7)، اور دار قطنی (207/2) وغیر ہم نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند صحیح اور ثابت ہے، دیکھئے: ((شرح العمدة))، كتاب الصيام (260/2)۔

(2) دیکھئے: "مجالس رمضان" از شیخ محمد بن عثیمین ص (28)۔

نیک اعمال واخلاق کی طرف صرف تو ہی رہنمائی کر سکتا ہے، ہم تجھ سے ہی برے اخلاق واعمال کے پھیرنے کا سوال کرتے ہیں، کیونکہ صرف تو ہی انھیں پھیر سکتا ہے، اور اے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

انیسویں حدیث: حیض اور نفاس والی عورتوں سے متعلق احکام

عن معاذة بنت عبدالله العدويّة قالت: ((سألتُ عائشة -رضي الله عنها- فقلتُ: ما بال الحائض تقضي الصوم، ولا تقضي الصلاة؟ فقالت: أحَرُورِيَّةٌ(١) أنت؟ قلت: لستُ بحرورية، ولكني أسألُ، قالت: كان يُصِيبنا ذلك؛ فنُؤمَر بقضاء الصوم، ولا نؤمر بقضاء الصلاة)) متفق عليه (٢)

ترجمہ: حضرت معاذہ بنت عبداللہ عدویہ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ: ((میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاسے سوال کیااور کہاکہ: کیاوجہ ہے حیض والی عورت روزوں کی قضاء کرتی ہے، اور نماز کی قضاء نہیں کرتی ہے؟ توانھوں نے کہا: کیا تو حروریہ ہوگئی ہے؟ میں نے کہا: نہیں میں حروریہ نہیں ہوں مگر بس سوال کررہی ہوں۔ انھوں نے فرمایا: ہمیں جب ان حالات سے گزرناپڑتاتھا؛ پس ہمیں روزے کے قضاء کا حکم دیاجاتااور نماز کی قضاء کاحکم نہیں دیاجاتا))۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ حائضہ عورت -نفاس والی عورتوں کا بھی بالاجماع وہی حکم ہے- کیلئے روزہ رکھنا جائز نہیں ، وہ رمضان میں افطار کرکے (بعد میں) قضاء کریں گی، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((کیا جب وہ حائضہ ہوتی ہے تو روزہ اور نماز نہیں

(1)حروریہ: عراق میں کوفہ کے پاس ایک شہر کی جانب نسبت ہے، جس میں خوارج کاپہلافرقہ ظاہر ہواتھا، جنھوں نے حضرت علی پر خروج کیا، اسی لئے خوارج کی طرح سوچ رکھنے والے کوحروری کہاجاتاہے۔ ان کے دین میں تشدد کے باب سے ہی اور مخصوص رائے یہ بھی تھی کہ حائضہ عورت روزہ ہی کی طرح نماز کی بھی قضاء کرے گی۔

(2)اسکی تخریج امام بخاری(321)،اور مسلم(335)نے کی ہے۔

چھوڑتی ہے؟))، ہم نے کہاہاں کیوں نہیں؟، آپ ﷺ نے فرمایا: ((یہ ان کادینی نقصان ہے))(1)۔

اور یہ عورتوں کے ساتھ اللہ کی رحمت ہی ہے کہ؛ نماز جوکہ ہر دن پڑھناہوتا ہے اور حیض بھی چونکہ غالبا ہر ماہ کی بات ہے،لہذا اگرانہیں نماز کی قضاء کاپابندبنایاجاتاتواس میں ان کے لئے کافی مشقت ہوتی، اوریہ بھی بات ہے کہ پاک ہونےکے بعد اس عبادت کی ادائیگی کے بعد اس کے قضاء کی ضرورت ہی نہیں بچتی، اور اس عبادت میں جو مصلحت ہے اس کی قضاء کوچھوڑنےسے وہ فوت نہیں ہوتی، جبکہ روزہ سالانہ عبادت ہے، اوراسکی قضاءمیں بھی کوئی مشقت نہیں، اور اس میں بھی عورت ہی کافائدہ مضمر ہے، ﴿واللہ علیم حکیم﴾ [نساء:26]۔(2)

جب عورت پردن کے کسی بھی حصے میں حیض یانفاس کی حالت طاری ہوجائے تو اس کے اس دن کاروزہ فاسد ہوجاتاہے -اگرچہ غروب شمس کےچندلمحہ پہلےہی کیوں نہ ہو-، اوراس پراس دن کا قضاء کرناواجب ہوگاالا یہ کہ وہ نفلی روزہ رہاہوتوایسی صورت میں اس کی قضاء بھی نفل ہی ہوگی، کیونکہ قضاء بھی اداکےمثل ہوتاہے۔

مذکورہ حالت میں وہ چھپ کر افطار کرےگی، کیونکہ وہ(افطار کیلئے)ایک پوشیدہ سبب ہے، لہذااعلانیہ طورپر اِفطارکرکے وہ خودکوتہمت کاشکارنہ بنائے، اورجاہل شخص اس کودیکھ کریہ نہ سمجھ بیٹھےکہ بلاعذربھی روزہ چھوڑاجاسکتاہے۔ والعیاذ باللہ

---

(3)اسکی تخریج امام بخاری(304)، (1951)نےکی ہے اور مسلم(132)(79،80) نے اس کی تخریج ابن عمراور ابوہریرہ کےواسطےسےکی ہے۔

(1)دیکھئے: "اعلام الموقعین" (60/2)۔

اگر عورت کو حیض کی علامات (تکلیف یا انتقال) کا احساس ہو مگر غروب شمس سے قبل کچھ بھی خارج نہ ہو تو اس کا روزہ درست ہوگا، کیونکہ مذکورہ حکم حیض کے پائے جانے سے متعلق ہے جو کہ اس وقت نہیں پایا گیا۔

اگر خاتون رمضان کے اندر دن کے کسی حصہ میں پاک ہو تو اس دن کی ابتداء میں روزہ کے منافی امر کے موجودگی کے سبب اس کے اس دن کا روزہ صحیح نہ ہوگا، اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ وہ باقی دن زمانے کا احترام کرتے ہوئے مفطرات سے پرہیز کرے گی اور پھر قضاء بھی کرے گی، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس امساک سے کوئی فائدہ نہ ہونے کے سبب وہ مفطرات سے نہ رکے کیونکہ اس پر قضاء تو واجب ہی ہے، اور واللہ اعلم یہی بات زیادہ ظاہر اور درست بھی ہے۔

اور جب عورت رمضان کے رات میں پاک ہوا گرچہ فجر سے چند لمحہ پہلے ہی کیوں نہ ہو بایں طور کہ خون رک جائے اور پاکی کا احساس ہو، اس صورت میں اس پر روزہ رکھنا واجب ہوگا، کیونکہ وہ اس صورت میں روزہ رکھنے کی اہل ہوجاتی ہے، اگرچہ غسل طلوع فجر کے بعد ہی کیوں نہ کی ہو —جیساکہ گذر چکا ہے- اس لئے کہ غسل کرنا روزہ کے شروط میں سے نہیں ہے۔

اور اگر نفاس والی عورت رمضان کے دنوں میں چالیس دن سے پہلے ہی پاک ہوجائے تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہوگا، اور وہ پاک عورتوں کی طرح دیگر کام بھی کرے گی، کیونکہ نفاس کے اقل مدت کی کوئی تحدید نہیں ہے۔

اور رہی بات استحاضہ کی تو اس کی وجہ سے روزہ منع نہیں ہے، کیونکہ نصوص حیض و نفاس سے متعلق وارد ہیں اور اس لئے بھی کہ استحاضہ کا خون مستمر ہوتا ہے، اور حیض کا خون وقتی طور کیلئے ہوتا ہے، اور استحاضہ کے وقت نماز بھی منع نہیں ہوتی، اور نہ ہی خانہ کعبہ کا طواف منع ہوتا ہے، اسی طرح روزہ بھی منع نہ ہوگا، اس پر اہل علم کا اجماع ہے، واللہ اعلم۔

اے اللہ جبریل و میکائیل اور اسرافیل کے رب ہم تجھ سے عذاب قبر اور جہنم کی گرمی سے پناہ مانگتے ہیں، اور ہم تجھ سے بے خشوع دل اور غیر مقبول دعاء اور لالچی نفس اور بے سود علم سے بھی پناہ چاہتے ہیں، اور اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

بیسویں حدیث: اعتکاف کا بیان

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال:((كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعتكف العشر الأواخر من رمضان)). متفق عليه[1].

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ((رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے))۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث اعتکاف اور مسجد کو لازم پکڑنے کی فضیلت پر دلیل ہے-خاص طور سے رمضان کے آخری عشرے میں-کیونکہ آپ ﷺ اپنی وفات تک رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے، اور آپ ﷺ کے جو کام اطاعت اور قربت کے طور پر رہے ہوں وہ ہمارے لئے بھی مندوب ہیں۔

اور اعتکاف صرف جماعت والی مسجد میں ہی کی جاسکتی ہے، اگرچہ نماز جمعہ کیلئے نکل کر کہیں اور جانا پڑے، لیکن اگر جامع مسجد میں ممکن ہو تو یہ سب سے بہتر ہے، اس لئے کہ بعض اہل علم اس کی بھی شرط رکھتے ہیں۔

اور اعتکاف کرنے والے کو اعتکاف کی جگہ-جمہور اہل علم کے قول کے مطابق-اکیسویں رات کے غروب شمس سے پہلے ہی داخل ہو جانا چاہیے، کیونکہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: ((...جس نے میرے ساتھ (پہلے) اعتکاف کیا تھا وہ آخری عشرہ میں بھی میرے ساتھ اعتکاف کرے))[2]،اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اعتکاف کے مقاصد میں سے شب قدر کی تلاش بھی ہے جس کی امید طاق راتوں میں زیادہ ہوتی ہے، اور اکیسویں رات ہی پہلی طاق رات ہے۔

---

(1) بخاری (2025)، اور مسلم (1171)۔

(2) بخاری (2018)، اور مسلم (1167)۔

آخری عشرے میں مسجد میں اعتکاف کرنے کے بہت سے عظیم فائدے ہیں کیونکہ اس طرح انسان وقتی طور کیلیئے زندگی اور دنیا کی مشغولیات سے الگ ہو کر پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

اور چونکہ معتکف عبادت کی غرض سے اللہ کی گھروں میں سے کسی گھر الگ ہوتا ہے، اس لئے اسے عورتوں سے مباشرت، ان سے بوس وکنار یا اس طرح کی کاموں سے منع کیا گیا ہے اور اسی طرح شدید انسانی ضرورت؛ (احتلام یا جنابت کے سبب) غسل، (مسجد میں قضاء حاجت کیلیئے انتظام نہ ہونے کی صورتمیں) پیشاب، پاخانے، اور (کھانے کا انتظام کرنے والا نہ ہو تو) کھانے کا انتظام کرنے کے علاوہ معتکف کیلیئے مسجد سے باہر نکلنا بھی درست نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ((جب اللہ کے رسول ﷺ حالت اعتکاف میں ہوتے تو بلا ضرورت گھر میں داخل نہ ہوتے))۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ((سوائے بشری ضروریات کیلیئے))(1)۔

رہی بات کسی غیر واجب فرمان برداری جیسے: مریض کی عیادت یا جنازے وغیرہ میں شرکت کیلیئے نکلنے کی تو اسے ان أمور سے دور ہونا چاہیے، الا یہ کہ وہ اعتکاف کی ابتداء میں اس کی شرط رکھ لے -دو أقوال میں سے ایک کے مطابق- ،واللہ اعلم۔

معتکف کو چاہئے کہ وہ اعتکاف کی حکمت کو ذہن نشین رکھے، اپنے وقت کو نماز، تلاوت قرآن، اور اللہ کے ذکر میں صرف کرے، اپنے وقت سے استفادہ کرتا رہے، اس کے لئے حصول علم اور تفسیر وتوحید اور حدیث وغیرہ کی مفید کتابیں پڑھنا بھی درست ہے، اسی طرح کچھ دیر کیلیئے اپنے اہل وعیال یا کسی اور کے ساتھ اچھی اور مصلحت والی گفتگو کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں

---

(1) بخاری (2029)، اور مسلم (297) اور یہ اضافہ انہیں کے یہاں ہے۔

ہے کہ: ((نبی ﷺ اعتکاف کی حالت میں تھے، میں رات میں ان کی زیارت کیلئے آئی، اور ان سے بات کی، پھر جب میں نے واپس آنا چاہا تو آپ بھی میرے ساتھ کھڑے ہوگئے...)) الحدیث[1]، واللہ اعلم۔

اے اللہ ہم تجھ سے خلوت و جلوت دونوں حالت میں تیری خشیت کا سوال کرتے ہیں، اور غضب و رضا میں حق بات کرنے کی توفیق کا سوال کرتے ہیں ، فقرو غنی دونوں حالت میں اے اللہ ہم تجھ سے میانہ روی کا سوال کرتے ہیں ،ہم تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمتوں کا سوال کرتے ہیں، نہ ختم ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک اور تیرے کرم والے چہرے کی طرف دیدار کی لذت کا سوال کرتے ہیں، اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

---

(1) بخاری (2035)، اور مسلم (2175)۔

❁❁رمضان کے آخری عشرے سے متعلق احادیث❁❁

پہلی حدیث: آخری عشرے میں اجتہاد کا بیان

عن عائشة -رضي الله عنها- قالت: ((كان النبي ﷺ إذا دخل العشر أحيا الليل، وأيقظ أهله، وجد، وشد المئزر)). متفق عليه. وفي رواية لمسلم: ((كان رسول الله ﷺ يجتهد في العشر الأواخر ما لا يجتهد في غيره))[1].

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ: ((جب رمضان کا آخری عشرہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جاگتے، اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے، خوب جد و جہد کرتے اور ازار کو کس لیتے تھے)۔ متفق علیہ، اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ: ((جتنی محنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرے میں کرتے تھے اتنی محنت اس کے علاوہ کبھی نہیں کرتے))۔

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کو دوسرے دنوں کے مقابلے خصوصی اہمیت حاصل ہے، لہذا ان مبارک ایام میں نماز، ذکر الہی، تلاوت قرآن اور دیگر عبادات کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

مندرجہ بالا حدیث میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے رہبر پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی چار صفات بیان کی ہیں:

پہلی صفت: آپ رضی اللہ عنہا کا فرمان: ((أحیا اللیل))، یعنی: آپ رات کو جاگتے ہوئے اسے اطاعت میں گذارتے تھے، اپنے آپ کو اس میں جاگ کر زندہ رکھتے تھے، کیوں کہ نیند موت کے مشابہ ہوتی ہے، معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ رات کو قیام کرتے ہوئے اللہ رب العلمین کی عبادت میں گذارتے تھے۔

---

(1) بخاری (2024)، مسلم (1174)۔

اور رہی بات حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث[1] میں پوری رات قیام کے ممانعت کی تو اسے سال کے تمام مہینوں میں اس پر ہمیشگی برتنے پر محمول کیا جائیگا[2]۔

اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد رات کے اکثر حصے میں جاگنا ہو، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان: ((میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی صبح ہو جانے تک رات کا قیام کرتے نہیں دیکھا))،[3] سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

دوسری صفت: آپ رضی اللہ عنہا کا فرمان: ((وأيقظ أهله))، یعنی: آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات، امہات المؤمنین کو بھی بیدار کیا کرتے تھے، تاکہ ان مبارک اوقات میں وہ بھی خیر کے حصول اور ذکر و عبادت میں آپ کے ساتھ ساتھ شریک رہیں۔

تیسری صفت: آپ رضی اللہ عنہا کا فرمان ((وجَدَّ))، یعنی: پہلے دو عشروں کی بہ نسبت اس عشرے میں عبادت میں زیادہ محنت کرتے تھے؛ کیونکہ اسی عشرے میں شب قدر کی نشاندہی کی گئی ہے۔

چوتھی صفت: آپ رضی اللہ عنہا کا فرمان: ((وشد المئزر))، یعنی عبادت میں خوب جد و جہد کرتے تھے، اور ایک معنی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ: بیویوں سے دور رہتے تھے، اور پہلے پر عطف ہونے کے سبب یہی معنی زیادہ درست بھی معلوم ہوتا ہے، اس لئے بھی کہ آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور بحالت اعتکاف عورتوں سے قربت جائز نہیں۔

بے شک یہ عشرہ اس ماہ مبارک کا آخری حصہ ہے اور اعمال کی قبولیت کا دار و مدار خاتمے پر ہوتا ہے، اس عشرہ میں اللہ کیلئے قیام کرتے ہوئے شاید انسان کو شب قدر نصیب ہو،

---

(1) بخاری (1974)، مسلم (1159)۔

(2) مجموع فتاوی (308/22)۔

(3) مسلم (746) (141)، اور دیکھئے: "لطائف المعارف" ص 216-217۔

اوراس کے گذشتہ تمام گناہ معاف ہو جائیں، لہذا مسلمان کو چاہئے کہ اس ماہ کے اختتام پر نیک اعمال میں اضافہ کی کوشش کرے اوراطاعت الہی پر صبر کولازم پکڑے۔

اس امت کے سلف صالحین نبی ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے رات کی نماز کو لمبی کرکے پڑھتے تھے۔

☆سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ: ((حضرت عمر رضی اللہ عنہ نےابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کوحکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں، کہتے ہیں کہ: قاری سو سے زائد آیتیں تلاوت کرتا تھا یہاں تک کہ ہم لمبے قیام کے سبب لاٹھی پر ٹیک لگانے پر مجبور ہوجاتے تھے، اور فجر کے بالکل قریب جاکر ہم نماز سے فراغت حاصل کرپاتے تھے))[1]۔

مومن کیلئے رمضان میں دو مشقتیں جمع ہو جاتی ہیں:

-دن میں روزے کی مشقت۔

-رات میں قیام کی مشقت۔

لہذا جو شخص ان دونوں مشقتوں کے لئے خود تیار کرلے اور ان کے حقوق کو پورا کرنے والا بن جائے تو وہ ان صبر کرنے والوں میں سے شمار ہوگا، جنھیں ان کا بدلہ بے حساب دیا جائے گا۔

انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے اہل و عیال کو بھی اس پر ابھارے اور انھیں ہمت دلائے اور انھیں اس میں عبادت کی ترغیب دے، خاص طور سے اس موسم عظیم میں جس

(1)اسے امام مالک نے موطا(115/1) میں روایت کیاہے، اور کہاہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور سائب بن یزید صغار صحابہ میں سے ہیں، اور فروع فرع کی جمع ہے، جو کسی چیز کے اوپری حصے کو کہتے ہیں یعنی وہ لمبے قیام کے سبب اپنی نماز فجر کے وقت پورا کرپاتے تھے، دیکھئے:"الاستذكار" (151،156/5)، "جامع الأصول" (123/6)، اور باجی کی"المنتقى" (209/1)۔

سے صرف حقیقی محروم ہی کوتاہی کرسکتا ہے، بلاشبہ اس زمانے میں جاگنا بہت ہی آسان ہوگیا ہے، صرف اہل و عیال اور نونہالوں کو رات کے حصے سے فائدہ اٹھانے،اور قیل و قال میں اسے ضائع نہ کرنے سے متعلق رہنمائی کی ضرورت ہے۔

لوگوں کا نماز اور تہجد کے وقت حرام مجلسوں اور گناہ کے کاموں میں مصروف رہنا نہایت ہی افسوسناک بات اور واضح خسارہ ہے، ہم اللہ تعالی سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ ہمیں باقی عمر کے تدارک کیلئے بیدار کردے، ہمیں بھلائی اور نیک عمل میں زیادتی کرتے ہوئے زاد راہ اکٹھا کرنے کی توفیق عطا کر، ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جن کے روزوں کو تونے قبول کیا، تونے اسے اپنی اطاعت کا موقع دیا اور اس نے آئندہ کیلئے تیاری کی،اور تونے ان کی خطاؤں اور گناہوں کی پردہ پوشی فرمائی،اور اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے (آمین)۔

دوسری حدیث:شب قدر کی فضیلت کا بیان

عن أبي هريرة -رضي الله عنه- أن النبي ﷺ قال: ((مَن قام ليلة القدر إيمانًا واحتسابًا، غُفر له ما تقدَّم من ذنبه)). متفق عليه (1)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((جس نے حالت ایمان میں ثواب کی امید سے شب قدر کو قیام کیا (گویا) اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کردیئے گئے))۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث شب قدر اور اس میں قیام کی فضیلت پر دلیل ہے، اور یہ کہ جو اللہ کی طرف سے اہل تقوی کے لئے تیار کردہ جزاء کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اور اجر وثواب کی امید کرتے ہوئے اس کا قیام کرے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

یہ ایک عظیم رات ہے جسے اللہ تعالی نے فضیلت و شرف عطا کیا ہے، اور اس رات اور اس میں انجام دیئے جانے والے نیک اعمال کی برکت کے اعتبار سے اسے ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے، پس اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، جو کہ تراسی سال اور چار ماہ کے برابر ہے۔

قرآن مجید کا نزول اس رات کی برکتوں میں سے ایک ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۞وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۞لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۞تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۞سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۞﴾ [القدر]۔

☆ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالی کا فرمان: ﴿تنزل الملائكة والروح فيها بإذن ربهم﴾ کا مطلب یہ ہے کہ: اس رات کی برکت کے سبب اس میں

---

(1) بخاری (225/4)، اور مسلم (957)۔

کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں ، یقیناً فرشتے رحمت و برکت کی جگہوں پر نزول فرماتے ہیں، اسی طرح ان کا تلاوت قرآن کے وقت نزول فرمانا بھی ثابت ہے، وہ حلقات ذکر کو بھی گھیرتے ہیں اور اپنے پروں کو وہ سچے دل سے علم کے طلب کرنے والوں کیلئے انکی تعظی ممیں بچھالیتے ہیں[1]۔

اور فرمان نبوی ﷺ: ((لیلة القدر)) میں ((القدر)) -دال کے سکون(-ْ) کے ساتھ ہے-: جو شرف اور مقام کے معنی میں ہے، کہاجاتاہے: فلان عظيم القدر یعنی بلند مقام و مرتبہ والا ہے، اس صورت میں "لیلة" کی اضافت "القدر" کی طرف کسی چیز کی اس کے صفت کی طرف اضافت کے باب سے ہوگی، اور "لیلةالقدر" کا معنی ہوگا: قدر و منزلت والی رات۔

یا یہ کہ وہ تقدیر، تدبیر اور اندازے کے معنی میں ہوگا اس صورت میں اس کی اس طرف اضافت ظرف کی اس کے محتوی کے جانب اضافت کے باب سے ہوگی، جسکا معنی ہوگا وہ رات جس میں سال بھر کی تقدیر لکھی جاتی ہے، جیساکہ اللہ تعالی فرماتاہے: ﴿فيها يفرق كل أمر حكيم﴾ [الدخان:4]۔

☆قتادہ فرماتے ہیں کہ: ((سال بھر کے معاملات لکھے جاتے ہیں))[2]۔

☆ابن قیم فرماتے ہیں: ((یہی درست بھی ہے))[3]۔

---

(1) تفسیر ابن کثیر (465/8)۔

(2) اسکی تخریج امام طبری نے اپنی تفسیر (65/25) اور بیہقی نے "فضائل الأوقات" ص 216 میں کی ہے، اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

(3) "شفاء العليل" از ابن قیم ص (42)۔

جبکہ درست بات یہ ہے کہ دونوں معنی مراد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، واللہ أعلم۔

پس یہ عظیم رات ہے جسے اللہ تعالی نے قرآن کے نزول کی ابتداء کیلئے اختیار کیا ہے، ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس کی قدرومنزلت کو سمجھے، اور اس کو ایمان اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے عبادت میں گزارے، اور شب قدر کے امکان والی راتوں میں بکثرت دعاء کا اہتمام کرے۔

☆ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زیادہ سے زیادہ دعاء کرنا تو ہر وقت مستحب ہے، مگر رمضان، اس کے آخری عشرے اور خصوصاً اس عشرے کی طاق راتوں میں اس کا استحباب اور بھی بڑھ جاتاہے، ان راتوں میں اس دعاء : ((اللهم إنك عفو تحب العفو؛ فاعف عني))[1] کا بکثرت پڑھنا مستحب ہے، واللہ اعلم۔

اے اللہ ہم تجھ سے دنیا اور آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں، اے اللہ ہم تجھ سے دین اور دنیا، اہل اور مال میں عافیت کے طلبگار ہیں، اے اللہ ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرما، ہمارے خوف کو دور کردے، اور ہمیں ہمارے سامنے، پیچھے، ہمارے دائیں، بائیں اور ہمارے اوپر سے اپنی حفاظت میں رکھ، اوراے اللہ ہم تیری عظمت کے ذریعہ پناہ

---

(1) تفسیر ابن کثیر (472/8)۔

اور مذکورہ حدیث کو امام ترمذی (3513)، نسائی "کبری" (322/9)، ابن ماجہ (3850)، اور احمد (236/42) نے عبداللہ بن بریدہ کے طریق سے حضرت عائشہ کے واسطے روایت کیاہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ آپ کا کیاخیال ہے: اگر میں شب قدر کو پالوں تو کیا کہوں؟، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((کہیں: اللهم إنك عفو تحب العفو ...))، امام ترمذی نے فرمایا: ((یہ حدیث حسن صحیح ہے))، عبداللہ بن بریدہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین انقطاع کے سبب اس کی تعلیل کی گئی ہے، اور نسائی نے بھی اس کی نشاندہی کی ہے، اور امام دارقطنی نے سنن (233/3) میں، اسی طرح بیہقی (118/7) نے بھی کہاہے کہ: عبداللہ بن بریدہ نے عائشہ سے کچھ بھی نہیں سناہے۔

یہ حدیث مسروق کی روایت سے بھی آئی ہوئی ہے، انہوں نے حضرت عائشہ سے موقوفا روایت کیاہے، جس کی تخریج امام نسائی (324/9) نے کی ہے، اور شریح بن ہانی کی عائشہ سے موقوفا روایت بھی ابن ابی شیبہ (206/10) نے نقل کیاہے۔

چاہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے نیچے سے اغواء کیا جائے ، اور اے اللہ ہماری ،ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔

تیسری حدیث: شب قدر کے تلاش کرنے کا بیان

عنْ عائِشَةَ -رَضِـيَ اللَّه عنْهَـا- قَالَـتْ: كَـانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي العَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رمضَانَ، ويَقُول: ((تحَرَّوْا لَيْلَـةَ القَدْرِ في العشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ)). وفي رواية: ((في الوتر من العشر الأواخر من رمضان)). متفقٌ عَلَيْه[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں شب قدر کو تلاش کرتے اور فرماتے تھے کہ: ((لوگو! تم شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو))، ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ((رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں))۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ ایک مسلمان کو اس ماہ کے آخری عشرے میں قیام اور اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے نماز، ذکر اور تلاوت قرآن وغیرہ میں رات گزار کر شب قدر کی تلاش کرنی چاہئے۔

((يجاور)) کا معنی ہے آپ مسجد میں اعتکاف کرتے تھے۔

اور ((تحروا)) کا معنی ہے تلاش کرو، طلب کرو۔

☆اور صاحب ((النهاية)) نے کہا ہے: ((يعني: اس کے طلب کا خصوصی اہتمام کرو))، اور ((تحري)): تلاش کرنے کے ارادے، اس سلسلے میں محنت کرنے اور کسی چیز کو قول وفعل سے خاص کرنے کے عزم کو کہا جاتا ہے))۔[2]

اور صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمان کو شب قدر کی تلاش آخری عشرہ کہ طاق راتوں میں کرنی چاہیے، اگر وہ تمام طاق راتوں میں نہ کرسکے تو باقی سات دنوں کی طاق راتوں؛ پچیسویں رات، ستائیسویں رات، اور انتیسوین رات میں سستی نہ کرے، ان میں بھی

---

(1) بخاری (2017)، اور مسلم (1169)۔

(2) النهاية از: ابن أثیر (376/1)۔

ستائیسویں رات میں سب سے زیادہ امید ہوتی ہے، جیساکہ حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ کون سی رات ہے، یہ وہی رات ہے جس کے قیام کا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایاہے، یہ ستائیسویں رات ہے))۔[1]

اور شب قدر ہر سال کسی خاص رات میں متعین نہیں ہے، بلکہ وہ منتقل ہوتے رہتی ہے، مثلاً کبھی وہ ستائیسویں رات کوہوتی ہے تو کبھی پچیسویں کو اللہ کے مشیت کے اعتبار سے جیساکہ صحیح احادیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔[2] واللہ اعلم

امت سے شب قدر کی تعیین کوچھپالیا گیاہے،جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کے طرح ہی اس کی معرفت بھی باقی نہیں رہی ،اس مین بھی اللہ تعالی کی بہت بڑی حکمت ہے، تاکہ مسلمان اسے تلاش کریں اور ان کی ہمت بلند ہو، اور اس کی طلب میں وہ خوب کوشش کریں ، اگر معلوم ہوجاتی کہ یہ وہی دن ہے تو پورے مہینے ان کا حوصلہ پست رہتا، بس اسی رات کوجاگ کرعبادت کرنے پر اکتفاء کرلیاجاتا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کی بابت بتانے کیلئے نکلےاسی وقت مسلمانوں میں سے کچھ لوگ آپس میں جھگڑپڑے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((میں تمہیں شب قدر کے بارے میں بتانے کیلئے نکلا تھا مگر فلاں اور فلاں کے جھگڑنے کے سبب وہ بھلادی گئی ہوسکتاہے یہ تمہارے لئے خیر کا ہی باعث ہو، لہذا تم اسے نو یں،ساتویں اور پانچو یں میں تلاش کرو))۔[3]

---

(1) مسلم(762)۔

(2) دیکھئے:المفهم(251/3)، فتح الباري(265/4)، رسالة العراقي: شرح الصدر بذكر ليلة القدر ص(48)۔

(3) بخاری(2023)۔

"فتلاحى فلان و فلان" کا معنی ہے: ان دونوں کے مابین (ملاحاة) جھگڑا ہو گیا۔ اور ملاحاة: جھگڑے، اختلاف ،گالی گلوچ اور شور شرابہ کو کہا جاتا ہے، جو کہ نحوست ہے، اسی وجہ سے اس عظیم رات (شب قدر) کی برکت سے محروم کئے گئے اور یہ بات بھی اللہ تعالی کے علم میں پہلے سے ہی تھی۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ؛ جھگڑے کے سبب فائدہ اور علم نافع میں رکاوٹ آتی ہے، جیساکہ حدیث میں وارد ہے کہ: (بے شک بندہ گناہ کے سبب رزق سے محروم ہو جاتا ہے)[1]۔

آپ ﷺ کے فرمان: ((فرفعت)) کا مطلب اس کے تعیین کا علم اٹھالیا گیا ہے نہ کہ اسے ہی کلی طور پر اٹھالیا جانا مراد ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس کے بعد ہی فرمایا ہے کہ: ((تم اسے نویں، ساتویں اور پانچویں میں تلاش کرو))۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس خیر کے حصول کا حریص ہو اور ان دس راتوں میں نماز، تلاوت، ذکر، دعاء اور حسب استطاعت دیگر نیک اعمال اور طاعات کے ذریعہ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جنھوں نے اس ماہ کے روزے رکھے، شب قدر کو پالیا، اور اجر و ثواب سے مالامال ہوگئے ، اور ہمیں نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے والا بنا، ہمیں امن و امان میں رکھ اور ہمیں نعمتوں کے شکر گذاری اور اچھی طرح عبادت کی توفیق دے، اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔(آمین)

---

(1) تفسیر ابن کثیر (471/8)۔

چوتھی حدیث: رات کے آخری پہر میں دعاءواستغفار کی فضیلت

عن أبي هريرة -رضي الله عنه- أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: ((ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا - حين يبقى ثلث الليل الآخر-، فيقول: من يدعوني فأستجيب له؟ من يسألني فأعطيه؟ من يستغفرني فأغفر له؟)). متفق عليه.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اللہ تعالی ہر رات آسمان دنیاپر رات کے تیسرے حصہ میں نزول فرماتاہے، اور کہتاہے: کون مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اسکی دعا کو قبول کروں ؟ کون مجھ سے مانگنے والا ہے میں اسے دیدوں؟ کون مجھ سے مغفرت طلب کرنے والا ہے میں اسے بخش دوں؟))۔ متفق علیہ[1]

تشریح: یہ حدیث رات کے آخری پہر میں دعاء، سوال اور استغفار کی فضیلت پردلیل ہے، اوریہ کہ اس وقت میں کی گئی وہ دعائیں جن میں قبولیت کی شرطیں پائی جائیں اور رد کے اسباب نہ ہوں تووہ قبول ہوتی ہیں،کیونکہ اللہ تعالی نےاپنےسےمانگنے والے کی دعاء کو قبو ل کرنے، اپنےسےسوال کرنےوالےکودینے اور مغفرت طلب کرنےوالےکوبخشنےکاوعدہ فرمایاہے۔

اللہ تعالی نےاپنے جنتی بندوں کی تعریف کرتےہوئے ان کی یہ صفت بھی بیان فرمائی ہےکہ وہ سحر کے وقت استغفار کیاکرتےتھے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿الصابرين و الصادقين والقنتين والمنفقين و المستغفرين بالأسحار﴾[آل عمران:17]، اورفرمایا: ﴿وبالأسحار هم يستغفرون﴾[الذاريات:18]۔

(1) بخاری(29/3)، مسلم(758)۔

یہ وقت ان اوقات میں سے ہے جن کا بندے کیلئے غنیمت جاننا ضروری ہے، جنھیں بندے کو غنیمت جاننا چاہئے، اور اسے غفلت، نیند اور سستی میں ضائع نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ وہ اللہ تعالی کے نزول کا وقت ہوتا ہے، اللہ تعالی اس وقت اپنے جلال و عظمت کے حساب سے نزول فرماتا ہے، جیساکہ تمثیل اور تکییف کے بغیر اس باب میں ہمارا عقیدہ ہے ۔

قحطانی نے اپنے نونیہ میں فرمایا ہے:

والله ينزل كل آخر ليلـــــة	لسمائـــــــه الدنيا بلا كتمان
ويقـــول:هل من سـائل فأجيبه	فأنا القريب أجيب من نـاداني
حاشا الإلـــــه بأن تكيف ذاته	فالكيف والتمثيل منتفيـــــان

ان مبارک راتوں میں مومن کیلئے رات میں قبولیت کی گھڑی ، نزول الہی، سجود، زمانے کا شرف -رمضان- سب جمع ہو جاتے ہیں، اس امت کے سلف صالحین رات میں نماز پڑھنے پر مداومت برتتے تھے، خاص طور سے ماہ رمضان میں نبی ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ((رات میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اللہ سے اس میں دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی مانگے تو اللہ اس کو عطا کرتا ہے؛ اور یہ گھڑی ہر رات ہوتی ہے))۔(1)

لہذا مومن کو چاہئے کہ وہ نماز تہجد کا حریص بنے، اور دعا کی قبولیت کے اسباب؛ اللہ کیلئے اخلاص، حاضر دلی، مضبوط امید، نیک اعمال کے ذریعہ اللہ کا تقرب، اور نفلی عبادات کو اپناتے ہوئے اللہ سے دعاء کرے۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہم تجھ سے جنت اور اس تک پہونچانے والے قول و عمل کا سوال کرتے ہیں، ہم تجھ سے جہنم اور اس میں لے جانے والے قول و عمل سے پناہ چاہتے ہیں، اور ہم

---

(1)اس کی تخریج امام مسلم(757)نے کی ہے۔

تجھ سے ہدایت و تقویٰ ، پاکبازی، بے نیازی اور تجھے راضی کرنے والا عمل چاہتے ہیں، اور اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین، اور تمام مسلمانوں کو بخشش عطا کر (آمین)۔

5ویں حدیث: جنت اور اس میں داخل ہونے والوں کی بعض صفات

-اللہ ہمیں بھی ان لوگوں میں سے بنائے-

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أن النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال : ((قَالُ اللَّهُ عزوجل : ((أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ)) واقرؤوا إن شئتم: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ(١٧) السجدة)).متفق عليه.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرمان باری تعالی ہے: ((میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے ایسی (نعمتیں) تیار کررکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا ہوگا))۔ اگر چاہو تو پڑھو: ﴿فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرة أعين جزاء بما كَانُوا يعملون﴾ [السجدة:17] متفق علیہ[1]۔

تشریح: یہ حدیث اس عظیم بدلے اور ہمیشگی والی نعمت پر دلیل ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کیلئے بطور رحمت اور ان کے نیکیوں کے بدلے تیار کرر کھی ہے، جسکے خوبی اور مقدار کو اللہ تعالی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پس غور کریں کہ اللہ تعالی نے ان کے رات کی تنہائی میں چھپ کر نماز پڑھنے کے سبب ان کی خاطر کیسا بہترین بدلہ چھپا رکھا ہے، جسے کوئی بھی نہیں جانتا! اللہ نے قیام کے وقت بستر میں ان کے قلق واضطراب کے بدلے جنت میں ان کے آنکھوں کی ٹھنڈک تیار کرر کھی ہے[2]۔

---

(1) صحیح بخاری(3244)، صحیح مسلم(2824)۔

(2)حادي الأرواح ص(174)۔

جنت کی صفت، اسکی نعمتوں اور جنتیوں کے بیان کے سلسلے میں بہت سی آیات اور احادیث وارد ہیں۔

فرمان باری تعالی ہے: ﴿وفيها ما تشتهيه الأنفس وتلذ الأعين وأنتم فيها خالدون﴾ [الزخرف:71]۔

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ [البقرة:25]۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے گروہ کی صورتیں چودہویں رات کے چاند کے مانند چمکدار ہوں گے۔ وہ اس میں نہ تھوکیں گے اور نہ ہی ان کی ناک سے گندگی نکلے گی، اور نہ ہی انہیں قضاء حاجت کی ضرورت ہوگی، اس میں انکے برتن سونے کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی ان کی دھونی عود کی ہوگی، انکا پسینہ مسک ہوگا، ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی جن کے پنڈلیوں کی گدی خوبصورتی کے سبب گوشت کے اوپر سے ظاہر ہو رہے ہوں گے۔ ان کے درمیان اختلاف اور دشمنی نہ ہوگی، انکے دل ایک آدمی کے دل کے مانند ہوں گے، وہ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کریں گے))[1]۔

جنت میں سب سے بڑی نعمت دیدار الہی ہوگی، حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دفعہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے چودہویں کی چاند کے سمت دیکھ کر فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اسی

(1) اس کی تخریج بخاری (3245) نے کیے۔

طرح دیکھوگے جس طرح اس چاند کو بلا مشقت دیکھ رہے ہو۔ لہذا اگر ہو سکے تو طلوع اور غروب آفتاب سے پہلے نماز سے سستی نہ برتنا۔ پھر انہوں نے ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ [طه: ۱۳۰] کی تلاوت فرمائی۔[1]

بے شک جنت کی نعمتوں کو بیان کرنا مشکل ہے، اسکا تصور عقل سے پرے ہے، اسکی خاطر لوگوں کو کوشش کرنی چاہئے اور ایک دوسرے سے سبقت کرنی چاہیے یہی اس امت کے پہلے لوگوں کا حال تھا، پھر ان کے بعد جو لوگ آئے انھوں نے اس طریقہ کار کو الٹ دیا، اور وہ دنیا اور اس کے سامان کو اکٹھا کرنے میں مشغول ہو گئے۔

حسن فرماتے ہیں کہ: (جب تم لوگوں کو بھلائی کے سلسلے میں دیکھو تو ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور جب انہیں ہلاکت کی طرف دیکھو تو انہیں اور ان کے اختیار کو ترک کردو)[2]۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے پاس موجود اس عظیم نعمت کو حاصل کرنے کی کاوش کرے اور زندگی بھر نیک اعمال کے تئیں تگ ودو کرتے ہوئے اہل جنت کے ان اوصاف پر پورا اترنے کی کوشش میں لگا رہے جنہیں اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے؛ اللہ اور ہر اس چیز پر ایمان لانا جس پر ایمان واجب ہے تقوی اور استقامت کو لازم پکڑنا اور نفلی عبادات پر حرص رکھنا اور اچھے اخلاق؛ احسان، عفو، غصہ کو پی جانا، برائی، سے دوری، جھوٹ کی مجلسوں سے دوری، حرام چیزوں سے شرمگاہ کی حفاظت، وغیرہ کو اپنانا (جنت میں لے جانے والے اعمال ہیں)

واللہ اعلم۔

(1) اس کی تخریج امام بخاری (554)، مسلم (633) نے کی ہے۔
(2) حلية الأولياء (157/2)۔

اے سب سے زیادہ کرم کرنے والے، اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے، ہم تجھ سے تیری جنتوں میں ہمیشگی کا سوال کرتے ہیں، اور یہ کہ تو ہم سے راضی ہو جا، اور ہمیں اپنے کرم والے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت نصیب فرما اور اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخشش عطا کر۔

6ویں حدیث: جہنم اور جہنمیوں کی چند صفات

(اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((نَارُكُمْ هَذِهِ -الَّتِي يُوقِدُ بَنُو آدَمَ- جُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ)).قَالُوا: وَاللَّهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءً كُلُّهُنَّ مِثْلُ حرها)). متفق عليه.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری یہ آگ جسے انسان جلاتا ہے جہنم کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے، انہوں نے عرض کیا: اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول ﷺ یہی کافی تھی! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پس اسے 69 گنا بڑھا کر رکھا گیا ہے ہر ایک کی تپش اس کے برابر ہے۔ متفق علیہ[1]

تشریح: یہ حدیث جہنم کے آگ کی گرمی کے شدت پر دلالت کر رہی ہے، اور یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا کی آگ اس قدر شدت کے باوجود بھی جہنم کی تپش کے مقابلے میں معمولی حصہ ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ۝ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ۝ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ۝ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ۝﴾[الواقعة:41-44]۔

اور فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ۝فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ۝نَارٌ حَامِيَةٌ۝﴾ [القارعة:8-11]۔

---

(1) بخاری(3265)، مسلم(28463)۔

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((میں نے جہنم میں جھانکا تو اس میں مجھے زیادہ تر عورتیں نظر آئیں))[1]، اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((بے شک اللہ نے اپنے اس شخص کے سلسلے میں عہد کرلیا ہے کہ جو نشہ خوری کرے گا اسے طينة الخبال میں سے پلائے، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ طينة الخبال کیا ہے؟، تو آپ نے فرمایا: (جہنمیوں کا پسینہ))، یا ((جہنمیوں کے بدن سے نکلنے والی چیزیں))۔[2]

بے شک اللہ تعالی نے ہمیں اپنی کتاب میں جہنم سے ڈرایا ہے، اور اس نے ہم پر رحمت کا معاملہ کرتے ہوئے ہمیں اس کے عذاب کی مختلف قسموں سے باخبر کیا ہے، تاکہ ہم اس سے مزید خوف کھائیں اور اس سے ڈرتے رہیں، اور ہم جہنمیوں کے تمام صفات سے دوری اختیار کریں۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہلاکت اور تنگی کے گھر، بد بختی اور سخت عذاب کے ٹھکانہ جہنم سے بچنے کی خاطر اللہ کی اطاعت، اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کریں ،منہیات سے اجتناب کریں۔ اور جہنمیوں کے کاموں اور ان کی صفات جیسے؛ اللہ کے ساتھ شرک وکفر کرنا، رسولوں کی تکذیب، اللہ کی نشانیوں کا مذاق اڑانا، قتل کرنا، سود کھانا، نماز چھوڑنا، زکاۃ نہ دینا، رمضان میں بلا عذر جان بوجھ کر روزے نہ رکھنا وغیرہ سے دور رہیں، اسی طرح برے اخلاق؛ جھوٹ، خیانت، ظلم، والدین کی نافرمانی، قطع رحمی اور کتاب وسنت کے نصوص سے ثابت شدہ دیگر گناہ سے بچیں۔

---

(2) اس کی تخریج امام بخاری (6546) نے کی ہے۔

(1) اس کی تخریج امام مسلم (2002) نے کی ہے۔

اس حدیث میں جو ہمارے سامنے ہے اسی میں اس بارے ہیں؛ ھی دلیل ہے کہ دنیا کی آگ کو دیکھ کر ہمیں جہنم کی آگ کو یاد کرنا چاہیئے، جیساکہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿نحن جعلناها تذكرة ومتاعا للمقوين(73)﴾ [الواقعة]۔یعنی: مسافروں کیلئے اور کہا گیا ہے کہ مسافر اور مقیم دونوں میں سے فائدہ اٹھانے والوں کیلئے کیونکہ ہر کسی کا کھانا آگ ہی پر پکتا ہے۔[1] واللہ اعلم

اے اللہ ہمیں جہنم سے نجات عطا کر اور ہمیں رسوائی اور ہلاکت والے گھر سے اپنی پناہ میں رکھ، اور اے اللہ تو ہمیں اپنی رحمت سے نیک کاروں کے گھر میں داخل فرما، اور اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

---

(2) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (19/8)۔

7ویں حدیث: توبہ کے وجوب کا بیان

عن الأغر بن يسار المزني -رضي الله عنه- قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، تُوبُوا إِلَى اللَّهِ؛ فَإِنِّي أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ، فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ)). رواه مسلم.

ترجمہ: حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اے لوگو، تم اللہ سے توبہ کرو، میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں)۔ مسلم شریف[1]

تشریح: یہ حدیث ہر شخص پر توبہ کے واجب ہونے پر دلیل ہے؛ کیونکہ یہ امر ہے، اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

فرمان باری تعالی ہے: ﴿وتوبوا إلى الله جميعا أيها المؤمنون لعلكم تفلحون(٣١)﴾ [النور]۔

دوسرے مقام پر رب تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وأن استغفروا ربكم ثم توبوا إليه﴾ [هود:٣]۔

چونکہ ہر انسان سے گناہ اور اللہ کی اطاعت میں کوتاہی ہوتی ہی ہے، لہذا ہر شخص کو توبہ کرنی چاہئے، اور یاد رہے کہ توبہ جس طرح گناہ کے کام کرنے کے بعد کرنی چاہئے اسی طرح بھلائی کے ماموربہ کام کے چھوٹ جانے پر بھی کرنی چاہیے۔

اور توبہ فوری طور پر واجب ہے ، اس میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ انسان نہیں جانتا کہ اسے موت کب لاحق ہوجائے، اور یہ بات بھی ہے کہ برائی برائی کو کھینچتی ہے، جو کہ برائی پر اصرار ہے، اس سے دل سخت ہوتے ہیں، اور یہ اللہ سے دوری کا سبب بھی ہے، اور

(1) صحیح مسلم (2702)(42)۔

ایمان کی کمزوری کا باعث بھی، کیونکہ یہ فرماں برداری سے بڑھتاہے اور معصیت سے کم ہوتاہے۔

لهذامسلمانوں کوچاہیے کہ وہ اس ماہ مبارک میں اللہ سے توبہ کرتے ہوئے، اللہ کی طرف رجوع کرکے ختم کریں، اور وہ کام کریں جو اللہ کوپسندہوں، اور اپنے خالق کے دروازے پرعاجزی وانکساری اورخوف کے ساتھ کھڑے ہوں۔

توبہ نصوح (سچی توبہ) جس کیلئے اللہ نے حکم فرمایاہے اس کی پانچ شرطیں حسب ذیل ہیں:

1-اخلاص: بایں طورکہ توبہ کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضامندی کا حصول ہو، اورگناہ سے توبہ اللہ کی فرماں برداری، اسکی محبت اوراسکی تعظیم کے خاطرہو، بندہ اس کے ذریعہ اللہ کی ثواب کاطالب اور عذاب سے خائف ہو۔

2-جس برائی میں ملوث تھااسے ترک کردے، اگرکوئی حرام کام کررہاتھاتواس سے فورا باز آجائے، اگرکسی ایسے واجب کوترک کرتاتھا جس کی قضاء ممکن ہو؛ جیسے حج اور زکاۃوغیرہ تو جلد از جلد اس کی ادائیگی کرے، اگربرائی کسی انسان کے حق سے متعلق ہوجیسے کسی کامال ہوتو صاحب مال کی حیات کے حالت میں اسےاس کے حقدار کولوٹادے،اگر صاحب معاملہ کی وفات ہوگئی ہو تو اسے اس کے وارثین تک پہنچادے، اور صاحب مال کی معرفت نہ ہو تواس مال کواس کی طرف سے صدقہ کردے، اسی طرح اگروہ حق غیبت کی صورت میں تھا اور غیبت کئےگئے شخص کواس کی جانکاری ہویااس کااندیشہ ہو تو وہ اس سے بری ہوجائے، ورنہ ان کے لئے مغفرت کی دعاء کرتے ہوئےغیبت کے عوض اسکی اسی مجلس میں تعریف کرے کیونکہ نیکیاں برائیوں کوختم کردیتی ہیں۔

3-توبہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ توبہ کرنے والا اس برائی کے کام پر شرمندہ ہو، اور یہ خواہش ظاہر کرے کہ کاش اس نے یہ گناہ انجام ہی نہ دیاہوتا، اس طرح وہ اللہ کے سامنے عاجزی وخاکساری کااظہار کرے۔

4-توبہ کرنے والا یہ عزم کرے کہ وہ کبھی بھی اس گناہ کی جانب نہیں لوٹے گا، یہی درحقیقت توبہ کااصل ثمرہ اورصاحب توبہ کے سچاہونے کی دلیل بھی ہے۔

5-توبہ کااس کے مقررہ وقت میں واقع ہونا، اگرتوبہ وقت کے ختم ہونے کے بعد ہوتو قبول نہ ہوگی، اسکی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل توبہ کرلی اس کی توبہ اللہ قبول کرتاہے[1]، اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی بندے کے توبہ کو اس وقت تک قبول کرتاہے جب تک کہ غرغرے کی حالت نہ ہو[2]۔یعنی بندے کی روح حلق تک نہ پہنچ جائے، اس وقت انسان کی حالت اس مریض کی سی ہوجاتی ہے جوکسی چیز سے غرارہ کررہاہو۔ واللہ اعلم

اے ہمارے رب تجھے گنہگار کے گناہ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا ، اور نہ ہی فرمانبردار کی فرمانبرداری سے تجھے کوئی فائدہ ہی ہوتاہے، ہمیں توبہ اور اپنے جانب رجوع کی توفیق عطاکر، اے ہمارے کارساز توہمیں خواب غفلت سے بیدارکر اور ہمیں مہلت کے اوقات سے استفادہ کی توفیق دے، اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے بناجنھوں نے تجھ پر بھروسہ

---

(1)اس کیتخریجمسلم(2703)نے کیہے۔

(2)اس کیتخریجترمذی(3537)،ابن ماجہ(4253)،احمد(300/10)نے عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان،عنابیہ عن مکحول،عنجبیر بن نفیر عن ابن عمر کے طریقسے مرفوعاکیہے۔اور عبدالرحمن کے سلسلے میں حافظ نے تقریبمیں:"صدوق يخطئ"کہاہے،اورابن ماجہکے یہاں عبداللہ بن عمروہے جوکہوہمہے،جیساکہ مزینے تحفة الأشراف(328/5)میں کہاہے۔

کیا اور تو ان کیلئے کافی ہو گیا، اور جنھوں نے تجھ سے ہدایت طلب کی اور تو نے انہیں ہدایت عطا کی، جنھوں نے تجھ سے مدد طلب کی اور تو نے ان کی مدد فرمائی، تجھ سے گڑ گڑائے اور تو نے ان پر رحم کیا، اور اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

8ویں حدیث: زکاۃ فطر کا بیان

عن عبداللہ بن عمر -رضي الله عنما- قال: ((فرض رسول الله ﷺ زكاة الفطر: صاعاً من تمر، أو صاعاً من شعير، على العبد، والحر، والذكر، والأنثى، والصغير، والكبير من المسلمين، وأمر بها أن تؤدى قبل خروج الناس إلى الصلاة)). متفق عليه

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں کہ: ((رسول اللہ ﷺ نے غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے، بڑے، تمام مسلمانوں پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو بطور زکاۃِ فطر فرض قرار دیا ہے اور یہ حکم فرمایا ہے کہ لوگوں کے نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے ہی اس کی ادائیگی کردی جائے))۔ متفق علیہ[1]

تشریح: یہ حدیث چھوٹے، بڑے، مرد، عورت، آزاد، غلام تمام مسلمانوں پر زکاۃ فطر کے واجب ہونے کی دلیل ہے، جس کا مقصد روزے دار کے روزے کو خراب کرنے اور اور اس کے ثواب میں کمی کا سبب بننے والے امور سے پاک کرنا اور فرح وسرور کے دن مسکینوں کو کھانا فراہم کرنا ہے، نیز اس عمل میں انسان کا کرم ومساوات کی صفت سے متصف ہونا بھی موجود ہے، اس کے ذریعہ اللہ کی نعمتوں پر شکر کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ اس نے ہمیں روزے اور قیام اور دیگر نیک اعمال کی حسب استطاعت توفیق دی۔

زکاۃ فطر کی مقدار: کھانے (گیہوں، جو، کھجور، کشمش، پنیر یا اس جیسی کوئی اور چیز جسے لوگ بطور کھانا استعمال کرتے ہوں جیسے چاول وغیرہ) میں سے ایک صاع ہوگی، اور صاع کی مقدار (تقریبا) سوا دو کلو ہے۔ رزہ دار نماز عید سے قبل ہی اسے اسی شہر میں نکالے گا جہاں اس کے رمضان کے دن پورے ہوں، بہتر تو یہی ہے، مگر عید سے ایک یا دو دن پہلے نکالنا بھی جائز ہے، کیونکہ بعض صحابہ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔

---

(1) اس کی تخریج امام بخاری (1503)، اور مسلم (984) نے کیا ہے۔

امام ابوداود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو امام احمد سے نماز سے قبل ادائیگی زکاۃ سے متعلق دریافت کرتے ہوئے سنا؟، انہوں نے کہا: کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما عید کے ایک یا دو دن پہلے نکالا کرتے تھے اور حدیث کے راوی بھی وہی ہیں[1]۔

اور اگر عید سے متعلق پتہ ہی نماز کے بعد چلے، یا صدقہ نکالتے وقت شہر سے باہر رہے یا ایسے شہر میں رہے جس میں کوئی مستحق نہ ہو تو ایسے شخص کا نماز کے بعد نکالنا بھی کافی ہوگا۔

کھانے کے بدلے قیمت کا نکالنا ایک قول کے مطابق جائز نہیں کیونکہ یہ منصوص کے خلاف ہے۔

امام ابوداود فرماتے ہیں کہ: امام احمد سے کہا گیا اور میں سن رہا تھا کہ کیا کوئی انسان بطور فطرہ درہم دے سکتا ہے؟، تو انھوں نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ وہ قبول نہ کیا جائے کیونکہ وہ خلاف سنت ہے[2]۔

انسان اسے اپنی طرف سے اور ان لوگوں کی طرف سے نکالے جن کے اخراجات اس پر لازم ہیں جیسے اس کی بیوی اور اولاد اگر وہ اپنی طرف سے نکالنے کی استطاعت نہ پائیں تو، اگر انہیں استطاعت ہو تو خود نکالیں کیونکہ وہی اس کے مخاطب ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں گذر چکا ہے۔

اور بطن مادر میں موجود جنین پر اگر چار مہینے مکمل ہوگئے ہوں تو اس کی طرف سے بھی نکالنا مسنون ہے۔[3]

---

(1) مسائل الامام احمد از ابوداود ص(85)۔

(2) مسائل الامام احمد از ابوداود ص(85)، اور دیکھئے: المغنی(295/4)۔

(3) المحلی(132/6)، الشرح الممتع(161/6)۔

انسان کو چاہئے کہ وہ اس کے لینے والے کے مستحق ہونے کی تاکید کرلے اس لئے کہ بعض لوگ کسی مقصد کے سبب اپنے گھر والوں یا مخصوص لوگوں کوزکاۃ دینے کی عادت بنا لیتے ہیں، جو کہ جائز نہیں ہے، کیونکہ زکاۃ اللہ کا حق ہے، اس میں اپنی من مانی درست نہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس شخص کی حالت بدل گئی ہو اور وہ صدقے کا مستحق ہی نہ ہو۔

فقیر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا کسی اور سے صدقہ فطر لے اور اسے وزن کرکے اپنے یا گھر کے کسی فرد کی طرف سے صدقہ نکالے۔

انسان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ زکاۃ میں ردی چیز نکالے؛ کیونکہ اللہ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی کو پسند کرتا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿یا أیها الذین آمنوا أنفقوا من طیبت ما کسبتم ومما أخرجنا لکم من الأرض ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون ولستم بآخذیه إلا أن تغمضوا فیه واعلموا أن الله غني حمید(267)﴾ [البقرة] واللہ أعلم۔

اے اللہ ہمارے نفوس کو تقوی عطا کر ، اور اسے پاک کردے تو ہی سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، اے اللہ تو ہی ہمارے نفس کا کارساز اور مالک ہے، اے اللہ تو تمام معاملات میں ہمارے انجام کو بہتر کردے، اے اللہ تو ہمیں دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ،اے اللہ ہماری،ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔آمین

9ویں حدیث: روز عید کے شعائر

روى ابن أبي شيبة بسنده عن الزهري: ((أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- كان يخرج يوم الفطر، فيكبر حتى يأتي المصلى، وحتى يقضي الصلاة، فإذا قضى الصلاة قطع التكبير)). إسناده صحيح ، وهو مرسل، وله شواهد يتقوى بها.

ترجمہ: ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے امام زہری سے روایت کی ہے: رسول اللہ ﷺ عید فطر کے روز نکلتے تھے تو عیدگاہ پہونچنے اور نماز مکمل کرنے تک تکبیر پکارا کرتے تھے، اور جب نماز پوری کرلیتے تو تکبیر کہنا چھوڑدیتے تھے))۔ اس کی سند صحیح ہے، اور یہ روایت مرسل ہے،اس کے کئی ایک شواہد ہیں جن سے اس کو تقویت حاصل ہوتی ہے[1]۔

تشریح: یہ حدیث عیدگاہ کے راستے میں، اور عیدگاہ پہونچنے کے بعد نماز مکمل ہونے تک باآواز بلند تکبیر پکارتے رہنے کی دلیل ہے۔

اللہ تعالی نے اپنے بندوں کیلئے رمضان کے مکمل ہونے کی مناسبت سے عید کی رات غروب شمس سے نماز عید تک تکبیر کو مشروع قرار دیاہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ولتكملوا العدة ولتكبروا الله على ما هداكم ولعلكم تشكرون﴾ [البقرة:186]۔

تکبیر اس طرح کہی جائے: ((الله أكبر الله اكبر، لا إله إلا الله و الله أكبر ،الله أكبر و لله الحمد))۔

اللہ تعالی نے اپنے بندوں کیلئے نماز عید مشروع کی ہے، جس سے اللہ کے ذکر کو تکمیل ہوتی ہے، یہ ایسی سنت ہے جس کا ترک کرنا ایک مسلمان کیلئے قطعی مناسب نہیں ہے، اہل علم کی ایک جماعت نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے وارد اثر جس میں وہ فرماتی ہیں کہ: ((رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیاکہ ہم عیدین کیلئے بزرگ، اور پردہ

---

(1)

نشین خواتین کو بھی نکالیں اور حیض والی عورتوں کو حکم فرمایاکہ وہ مصلے سے دور رہیں))[1] سے استدلال کرتے ہوئے اسے واجب بھی کہاہے، کیونکہ نکلنے کا امر بے عذر لوگوں کو نماز کا حکم دینے کا متقاضی ہے، اور جب نبی ﷺ نے عورتوں کو حکم دیاہے تو مرد تو بدرجہ اولی اس میں شامل ہوں گے۔

ایک مسلمان کو چاہئے کہ نماز عید کے لئے مباح چیزوں سے زینت اختیار کئے ہوئے، اچھے کپڑے زیب تن کئے، نبی ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے سب سے اچھی حالت میں نکلے۔

اس ماہ کے خاتمے پر غیر مشروع زینت اختیار کرنے سے بھی بچنا چاہئے، جیسے: داڑھی مونڈنا، کپڑوں کا ٹخنے سے نیچے رکھنا، اور اس طرح کے دیگر ایسے امور جنہیں اللہ نے حرام قرار دیاہے، بلکہ اس مناسبت سے ایک مسلمان کو سچی توبہ کرنی چاہئے تاکہ وہ اللہ تعالی کے یہاں مقبول لوگوں میں شامل ہو۔

اسی طرح عیدگاہ جانے میں جلدی کرنی چاہئے، تاکہ وہ امام سے قریب ہوسکے، اور نماز کے انتظار کا ثواب پاسکے، اس دن راستہ بدلنا بھی مسنون ہے، اس طرح کہ انسان ایک راستے سے جائے اور دوسرے راستے سے واپس آئے، جیساکہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عید کے دن راستہ تبدیل کرلیا کرتے تھے۔[2]

اس دن طاق عدد (تین، پانچ، یااس سے زائد بشرطیکہ طاق عدد میں ہو) میں کھجوریں کھانا بھی مسنون ہے، جیساکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ عیدالفطر کے روز بلا کھجور کھائے نہیں نکلتے تھے[3]، اورایک لفظ میں ہے کہ: طاق عدد میں کھاتے تھے۔[4]

---

(1) اس کی تخریج امام بخاری (980)، اور مسلم (890) نے کی ہے۔

(1) اس کی تخریج امام بخاری (986) نے کی ہے۔

(2) اس کی تخریج امام بخاری (953) نے کی ہے۔

(3) دیکھئے: فتح الباری (446/2)۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی گزری ہوئی حدیث میں عورتوں کے عیدگاہ میں جانے سے متعلق بھی دلیل ہے، بشرطیکہ اس کے عید جانے میں اس کے لئے یا اسکے ذریعہ فتنے کا خوف نہ ہو، لہذا وہ بلا خوشبو، اوربغیرزینت اختیارکئے نکلیں گی، اورمردوں کی جگہوں سے دور رہیں گی۔

اور مسلمان کوچاہئے کہ وہ نماز عید کی خاطر اس اجتماع سے بروز قیامت ایک میدان میں اجتماع کو یادکریں، ﴿یوم یقوم الناس لرب العالمین﴾ [المطففین:6] ۔ اس مجمعے میں لوگوں کے مابین تفاضل سے آخرت کے دن کے سب سے بڑے تفاضل کو بھی یادکریں، فرمان باری تعالی ہے: ﴿انظر کیف فضلنا بعضهم علی بعض وللآخرة أکبر درجات وأکبر تفضیلا﴾ [الإسراء:21]۔

اور مسلمان کوچاہئے کہ وہ اللہ کے ذکر و شکرسے غفلت نہ برتیں، اوراِن اوقات کوفرمانبرداری اورنیک عمل سے معمور کریں، اورانہیں یوں ہی فقط لہو ولعب میں ضائع نہ کریں –جیساکہ موجودہ دور میں اکثرلوگوں کاحال ہے، واللہ المستعان!

اے اللہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھ، ہمارے گذشتہ گناہوں اور نافرمانیوں کو بخش دے، اے اللہ ماہ رمضان کے خاتمے پر تو ہم سے راضی ہوجا، ہمارا ٹھکانہ اپنی جنت کو بنا، ہمیں اپنے فضل و احسان کے سائے میں رکھ، اوراے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کواپنی رحمت سے بخش دے۔آمین

☆رمضان کے بعد کی حدیثیں☆

[پہلی حدیث: ماہ شوال کے چھ روزوں کی فضیلت]

عن أبي أيوب الأنصاري -رضي الله عنه- أن رسول الله ﷺ قال: ((من صام رمضان، ثم أتبعه ستا من شوال، فكأنما صام الدهر كله)). رواه مسلم[1].

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد ماہ شوال میں چھ روزہ رکھا، گویا اس نے پورے سال کے روزوں کا ثواب پالیا))۔ (مسلم)

تشریح: یہ حدیث ماہ شوال میں چھ روزوں کی فضیلت پر دلیل ہے، اس حدیث میں الدھر سے مراد سال ہے، مطلب یہ کہ (جس نے ایسا کیا) گویا اس نے پورے سال کا روزہ رکھ لیا، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اللہ نے ایک نیکی کا ثواب اس کا دس گنا بنایا ہے، (اس طرح سے) ایک ماہ دس ماہ کے برابر ہے، اور عید الفطر کے بعد چھ دن کے روزے رکھ لینے سے باقی دو مہینے بھی پورے ہو جاتے ہیں))[2]۔

---

(1) اسے مسلم (1164) نے روایت کیا ہے اور علماء نے اس حدیث کے موقوف ہونے کے بارے میں کلام کیا ہے، امام احمد کا میلان بھی اسی جانب ہے، جیسا کہ ابن رجب نے اللطائف ص (256) میں ذکر کیا ہے، مزید معرفت کیلئے اس حدیث سے متعلق امام علائی کا رسالہ دیکھئے۔

(2) اس حدیث کو امام نسائی نے "الکبری" (293/3)، ابن ماجہ (1715)، احمد (94/37) نے روایت کی ہے، اور یہ صحیح حدیث ہے، ابو حاتم نے العلل میں (745) نمبر کے تحت اسے صحیح کہا ہے۔

یہ اللہ تعالی کا اپنے بندوں پر فضل ہی ہے کہ معمولی سی محنت پرانھیں پورے سال کے روزے کا اجر عطا کرتاہے، ان روزوں کی تعداد چھ ہونے میں حکمت بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم

لہذا انسان کوچاہیے کہ وہ ان چھ دنوں کے روزے رکھے تاکہ اس عظیم فضیلت کا مستحق بن سکے، یادرہے کہ نیکی کے قبولیت کی نشانی اس کادوسری نیکیوں سے موصول ہوناہے، لہذا ان ایام کے روزے رکھنا انسان کے روزے سے محبت اور اس کے تئیں دلچسپی کی نشانی ہے، اوریہ کہ ان کا اہتمام کرنے والا روزے کو بھاری نہیں تصور کرتاہے اور نہ ہی وہ اس سے بوریت محسوس کرتاہے، بلاشبہ روزہ افضل ترین عبادات میں سے ہے۔

دیگر نوافل کی ہی طرح نفلی روزوں کا بھی یہ فائدہ ہے کہ اگرجانےانجانے فرض روزے میں کوئی خلل رہ گئی ہو تو یہ اسے پوراکردیتےہیں، اسی طرف اشارہ کرتےہوئے نبی ﷺ نے نماز کے بارے میں فرمایا: ((اللہ تعالی(بروز قیامت فرشتوں کوحکم دے گا کہ) دیکھومیرے بندے کے نامہ اعمال میں کچھ نوافل بھی ہیں؟ چنانچہ اس سے اس کے فرائض میں واقع کوتاہیوں کی تکمیل کی جائے گی، اسی طرح دیگراعمال سے متعلق بھی ہوگا))[1]۔

اسی طرح نفل روزوں کے ذریعہ ایک مسلمان اللہ سے بالکل قریب ہوجاتاہےاور اسے اللہ کی محبت مل جاتی ہے،حدیث قدسی میں ہے کہ:(بندہ سب سے زیادہ میرے فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتاہے، اورمیرابندہ مسلسل نوافل کے ذریعہ میراقرب حاصل کرتاہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتاہوں)...حدیث[2]۔

---

(1)اسکی تخریج ابوداود(864)،ترمذی(413)،نسائی(1/232-234)ابن ماجہ(1425)،اور احمد(13/278)،نے مختلف طرق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کی ہے،جن میں سے بعض میں ضعف پایاجاتاہے۔

(2)اسے امام بخاری(6502)نے روایت کیاہے۔

بہتر تو یہی ہے کہ یہ چھ دن مسلسل رکھے جائیں، البتہ پورے مہینے میں انھیں علیحدہ علیحدہ بھی رکھے جاسکتے ہیں[1]۔

عید کے فورا بعد ہی ان کارکھنائی وجوہات سے دوسرے دنوں کے مقابلے بہتر ہوتا ہے:

1-اس طرح خیر کے کاموں میں پہل ظاہر ہوتی ہے۔

2-ان میں پہل روزہ سے متعلق دلچسپی اور عدم ملل کی نشانی ہے۔

3-تاخیر کی صورت میں اس سے روکنے والا کوئی عارضہ درپیش آسکتا ہے۔

4-رمضان کے بعد چھ روزے فرض نمازوں کے بعد ادا کئے جانے والے رواتب کی طرح ہیں، لہذا وہ فورا بعد ہی ادا کئے جائیں (تو زیادہ بہتر ہے)۔ واللہ اعلم

معلوم ہو کہ جس شخص پر رمضان کے کچھ روزے باقی ہوں اسے ان کی قضاء کے بعد ہی یہ روزے رکھنے چاہئیں، کیوں کہ فرمان نبوی ﷺ ہے: ((من صام رمضان))، اور جس کے کچھ روزے بچے ہوں اسے یہ نہیں کہا جاتا کہ اس نے رمضان کے (پورے) روزے رکھ کر شوال کے یہ چھ روزے رکھے، اور اس لئے بھی کہ واجب کی ادائیگی میں پہل کرنا اور ذمہ داری سے دستبرداری مکلف شخص سے مطلوب امر ہے[2]۔

اہل علم کے دو قول میں ظاہر یہی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ روزے نہ رکھ سکا ہو اور یہ ماہ ختم ہو جائے تو اس ماہک ے گذر جانے کے بعد ان روزوں کی قضاء نہ کی جائے گی چاہے ان کا چھوڑنا عذر کی وجہ سے ہو یا بلا عذر، اس لئے کہ اس کا وقت ہی نکل گیا، اور شارع نے تو ان روزوں کے لئے ماہ شوال کے دن خاص کئے ہیں، اس لئے اللہ کے نزدیک نیک اعمال کے تیئں محبوب پہل اور جلد بازی

---

(3) دیکھئے سبل السلام (331/2)۔

(1) دیکھئے فتح الباری از ابن رجب 280/3، انہوں نے قضاء سے قبل نفل کا اہتمام کرنے والے کے بارے میں دونوں قول ذکر کئے ہیں۔ اور کہا ہے کہ اکثر علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔

کے فوت ہوجانے کے سبب دوسرے دن میں رکھنے والے کو یہ فضیلت نصیب نہ ہوگی، اگر شوال اور دوسرے مہینے برابر ہوتے تو شوال کا خصوصی ذکر بے فائدہ ہوتا۔ واللہ اعلم

اللہ تعالی ہمیں اٹھتے، بیٹھتے ، سوتے، جاگتے اسلام پر قائم رکھ، ہمیں دشمنوں اور حاسدوں کی خوشی کا سامان نہ بنا، اے اللہ ہم تجھ سے ہر خوشی کا سوال کرتے ہیں، اور ہر شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں، اے اللہ ہماری ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔(آمین)

[حدیث نمبر 2: رمضان کے بعد استقامت]

عن سفيان بن عبدالله -رضي الله عنه- قال: قلت: يا رسول اللهﷺ، قل لي في الإسلام قولا لا أسأل عنه أحدا غيرك. قال: ((قل: آمنت بالله، ثم استقم)). رواه مسلم[1].

ترجمہ: سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام کے سلسلے میں کوئی ایسی جامع بات بتائیں کہ میں اس بارے میں آپکے علاوہ کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((کہو میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر جم جاؤ))۔ (مسلم)

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ بندہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد احکام کی پیروی اور ممنوعہ امور سے اجتناب کے ذریعہ اسکی اطاعت اور فرمانبرداری پر استقامت کا مأمور ہے، جو سیدھے راستے کو -اس سے دائیں یا بائیں ہٹے بغیر- لازم پکڑنے سے ہی ممکن ہے۔

ایک مسلمان نے جب رمضان کے اندر دن کو روزے اور رات کو قیام میں گزار کر خود کو اچھے کاموں کا عادی بنالیا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کو اپنی شناخت بنائے، یہ اور بات ہے کہ رمضان میں نیک اعمال کی دوسرے ایام کی بہ نسبت زیادہ فضیلت ہوتی ہے اور بندہ نفلی عبادات میں کافی تگ و دو سے کام لیتا ہے، تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ وہ اسی طرح ہمیشہ نیک اعمال کرتا رہے، بس اتنا ضرور ہے کہ اسے نیکیوں میں دلچسپی ہو اور برائیوں سے بچتا رہے تاکہ اس میں رمضان سے مستفید ہونے کی جھلک نظر آئے۔

---

(1) صحیح مسلم (38)۔

یادرہے کہ رمضان کے بعد بھی مسلمان کی استقامت اور اس کے قول وعمل میں صلاح، رمضان کے مہینے سے اس کے استفادہ اور خیر کے کاموں میں دلچسپی کی نشانی ہوتی ہے، اور یہی اس کے عبادات کی قبولیت اور کامیابی کی دلیل بھی ہے، واضح رہے کہ مومن کے اعمال کا سلسلہ کسی مہینے کے آنے یا اس کے جانے سے ختم نہیں ہوجاتا، بلکہ وہ تو موت تک جاری رہنا چاہئے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿واعبد ربك حتى يأتيك اليقين﴾ [الحجر:99] ۔ اگر رمضان کے روزے ختم ہوگئے تو یادرہے کہ نفلی روزے سال بھر مشروع ہیں، اگر رمضان کا قیام ختم ہوگیا تو جان لو کہ پورے سال قیام کیا جاسکتا ہے، اگر زکاۃ فطر کا وقت ختم ہوگیا تو فرض زکاۃ اور نفلی صدقات کا سلسلہ پورے سال باقی رہے گا، تلاوت قرآن اور اس میں غور وفکر اور ہر نیک عمل ہر وقت مطلوب ہے۔

اللہ کا اپنے بندوں پر بڑا فضل ہے کہ اس نے اطاعت وفرمانبرداری اور نیکیوں کے کئی راستے ہموار کئے ہیں تاکہ مسلمان ہمیشہ چست رہے اور اپنے مالک کی بندگی میں ہمہ وقت لگا رہے۔

افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ رمضان میں مختلف نیک اعمال میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں؛ پانچوں وقت کی نمازیں مسجد میں ادا کرتے ہیں، خوب تلاوت قرآن کا اہتمام کرتے ہیں، اپنے مال سے صدقہ بھی کرتے ہیں، مگر رمضان کے جاتے ہی بالکل سست پڑ جاتے ہیں ،یہی نہیں بلکہ کبھی کبھار واجبات بھی ترک کردیتے ہیں، جیسے عام طور سے نماز باجماعت ، یا خاص طور سے نماز فجر کو ضائع کردیتے ہیں اور حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کرتے ہیں جیسے نماز کے وقت سوجانا، گانے بجانے کی چیزوں سے لطف اندوز ہونا، اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو اس نافرمانی میں استعمال کرنا، گویا وہ لوگ اس طرح اپنے رمضان کی کوششوں کو برباد کردیتے ہیں جو محرومی کی دلیل اور ناکامی کی علامت ہے، ہم اللہ تعالی سے سلامتی اور ثابت قدمی کا سوال کرتے ہیں۔

سلف صالحین عمل کو مکمل کرنے اور اس کی بہتر ادائیگی کے بعد اس کی قبولیت کے لئے خوب محنت کرتے اور رد کر دیئے جانے سے خوف زدہ ہوا کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: ((عمل کرنے سے زیادہ اسکی قبولیت کے لئے کوشش کرو))، کیا آپ نے فرمان باری تعالی: ﴿إنما يتقبل الله من المتقين﴾ [المائدة:27] نہیں سنا؟۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت ﴿والذين يؤتون ما آتو وقلوبهم وجلة﴾ [المؤمنون] کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے کہا کہ: کیا یہ شرابیوں اور چوروں کے بارے میں ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((نہیں-اے صدیق کی بیٹی- یہ تو ان لوگوں کے بارے میں ہے جو روزہ بھی رکھتے ہیں، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، صدقہ وخیرات بھی کرتے ہیں اور انہیں یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ کہیں ان سے یہ اعمال رد نہ کر دیئے جائیں، ﴿أولئك يسارعون في الخيرات وهم لها سابقون﴾۔[1] واللہ أعلم

اے اللہ تو ہمیں اپنے ذکر وشکر اور بخوبی عبادت کی توفیق عطا کر،اپنے فرمانبرداری پر استقامت عطا کر، اے اللہ تو ہمیں کامیابی دے، ہمارے گناہوں اور عیوب کو در گذر کر دے ،ہمیں ہدایت یافتہ اور لوگوں کی رہنمائی کرنے والا بنا، گمراہ اور گمراہ کرنے والا نہ بنا، اے اللہ ہماری اور ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔(آمین)

(1) اسے ترمذی(3175)، ابن ماجہ(4198)، احمد(156/42)، ابن جریر طبری(26/18)،اور حاکم(393/2) نے روایت کیا ہے، اور (امام حاکم نے) اسے صحیح الاسناد بھی کہا ہے،ذہبی نے اس سلسلے میں سکوت اختیار کیا ہے، اس سند میں انقطاع ہے،مگر ابوہریرہ سے مروی جس حدیث کی طرف امام ترمذی نے اشارہ کیا ہے اسے اس کے ذریعہ تقویت ملتی ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة حدیث نمبر: 162۔

[حدیث نمبر 3: رمضان کے روزوں کی قضاء]

عن عائشة -رضي الله عنها- قالت: ((كان يكون علي الصوم من رمضان، فما أستطيع أن أقضيه إلا في شعبان)). متفق عليه[1].

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ: ((رمضان کے کچھ روزے میرے ذمہ ہوا کرتے تھے جن کی قضاء کا موقع مجھے صرف ماہ شعبان میں ہی مل پاتا تھا))۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث کسی عذر کے سبب رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کے وجوب کے سلسلے میں دلیل ہے، اور یہ کہ ان کی قضاء علی الفور واجب نہیں بلکہ (آئندہ رمضان سے پہلے تک) مؤخر بھی کیا جاسکتا ہے، لہذا جس پر رمضان کے کچھ روزے قضاء کرنے ہوں وہ شعبان کے مہینے تک اسکی قضاء کو ملتوی کرسکتا ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ کے عمل سے ظاہر ہے، اگر تاخیر درست نہ ہوتی تو وہ ایسا کرتے ہوئے اس عمل پر ہرگز مداومت نہ اختیار کرتیں، اسلئے آپ کے اس عمل سے آپ ﷺ ضرور مطلع رہے ہوں گے۔

یاد رہے کہ قضاء میں پہل کرنا تاخیر سے بہتر ہے، کیونکہ حضرت عائشہ کے عمل سے پہل کرنے کی خواہش ظاہر ہے، بایں طور کہ آپ نے قضاء کی تاخیر کے تئیں استطاعت نہ ہونے کا عذر پیش کیا، اگر امکان ہوتا تو وہ ہرگز اسے شعبان تک مؤخر نہ کرتیں۔

قضاء میں پہل سے انسان کو جلد ہی اپنے ذمہ سے دستبرداری حاصل ہوجاتی ہے، اور دین کے سلسلہ میں احتیاط کا تقاضہ بھی یہی ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے انسان کبھی اسے بھول جائے اور نہ رکھ سکے۔ خصوصا جب آمد رمضان میں کم دن بچے ہوں۔

(1) اسکی تخریج بخاری (1950)، مسلم (1146) نے کی ہے۔

خیر کے کاموں میں جلدی کرنے سے متعلق حکم پر مشتمل دلائل کے عموم میں قضاء کے سلسلے میں پہل کرنا بھی داخل ہے۔

فرمان باری تعالی ہے: ﴿وسارعوا إلى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموات والأرض أعدت للمتقين(١٣٣)﴾، ایک اور مقام پر ارشاد ہے:﴿أولئك يسارعون في الخيرات وهم لها سابقون﴾ [المؤمنون:٦١]۔

قضاء کرتے ہوئے تتابع (لگاتار روزے رکھنا) شرط نہیں ہے، بلکہ لگاتار اور الگ الگ دونوں طرح جائز ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فمن كان منكم مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر﴾ [البقرة:184]۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (قضاء کے وقت) الگ الگ روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے)[1]۔

یہ اور بات ہے کہ قضاء کے وقت فرائض کی جلد ادائیگی اور وجوب تتابع کے قائلین کے اختلاف سے نکلنے کیلئے لگاتار رکھنا افضل ہے، اور چونکہ روزہ دار کیلئے لگاتار روزے رکھنا الگ الگ رکھنے کے بہ نسبت زیادہ آسان اور نشاط کا باعث بھی ہے، خصوصا جب زیادہ دن قضاء کرنے ہوں!۔

آیت کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ پورا سال قضاء کا وقت ہے، سوائے عیدین اور ایام تشریق کے؛ ان میں قضاء درست نہیں، کیونکہ ان میں روزہ رکھنے کے سلسلے میں ممانعت وارد ہے۔

یاد رہے کہ دوسرے رمضان تک قضاء کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے شعبان کے مہینے کو آخری حد بتایا ہے، لہذا اگر کوئی عذر (مرض یا سفر

(1) اسے بخاری (188/4) نے معلقاً ، جبکہ عبدالرزاق (243/4)،ابن ابی شیبہ (3/33-34) اور دار قطنی (192/2) نے موصولاً روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے، اسی طرح اس مسئلے میں صحابہ سے وارد متعدد آثار سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

وغیرہ کے استمرار کے باعث عاجزی) کے سبب اسے مؤخر کرتا ہے، یہاں تک کہ دوسرا رمضان آن پہونچا تو ایسے شخص پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا، کیونکہ: ﴿لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعھا﴾ [البقرۃ:285]۔ لہذا ایسا شخص حالیہ رمضان کے گذرجانے پر صرف باقی روزوں کی قضاء کرے گا۔

لیکن اگر کوئی بلاوجہ قضاء کو مؤخر کرتا ہے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آجائے، تو اسے موجودہ رمضان کے بعد باقی دنوں کی قضاء کرنی ہوگی ، مگر فرمان باری تعالی: ﴿فعدۃ من أیام أخر﴾ [البقرۃ:184]،کے ظاہری دلالت کے مطابق اس پر کھانا کھلانا واجب نہ ہوگا، ہاں اس کوتاہی کے سبب اسے توبہ واستغفار کرنا ضروری ہوگا۔

جبکہ بعض صحابہ کرام- جیسے حضرت ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے- ایسے شخص پر قضاء کے ساتھ ساتھ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا فتوی دیا ہے، شاید انہوں نے ایسا اس کوتاہی کیوجہ سے بطور تأدیب اجتہادا کہا ہو، تاکہ اس کے بدلے کھانا کھلانے سے ان سے واقع ہونے والی یہ کمی پوری ہوجائے۔

امام دار قطنی نے-دوسرے رمضان کی آمد تک قضاء رمضان میں کوتاہی کرنے والے کے سلسلے میں - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے کہ: ((وہ لوگوں کے ساتھ روزے رکھے، پھر باقی روزے پورے کرے اور ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائے))[1]۔

اسی معنی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح سند کے ساتھ ایک اثر وارد ہے۔

(1) سنن دار قطنی (197/2)، نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ: اس کی سند صحیح ہے، اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وارد حدیث کی سند بھی صحیح ہے (197/2)۔

اس فتوی پر عمل کرنا اچھا ہے اگرچہ استحباب ہی کے طور پر[1] اس لئے کہ یہ واقع کمی کو صدقہ کے ذریعہ مکمل کرنے پر دلیل ہے، اور صدقہ تو عموماً پسندیدہ عمل ہے۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہمارے اعمال کی اصلاح فرما، تو ہم سے راضی ہو جا، ہمیں ہمہ وقت اپنی اطاعت و فرمابرداری پر گامزن رکھ، ہمارے گناہوں کو درگذر کردے، ہمارے درجات کو بلند کردے، اے اللہ ہماری، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔

(2) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ (صحابی کا طریقہ کار حجت نہیں) وہ اس قول کو لے سکتا ہے اگرچہ استحباب کے طور پر ہی، رہی بات وجوب کی تو اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع ماننا صحیح ہو، واللہ اعلم۔

حدیث نمبر4: فوت شدہ شخص کے چھوٹے ہوئے روزے

عن عائشة -رضي الله عنها- أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: ((من مات وعليه صيام، صام عنه وليه)). متفق عليه[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((جو اس حال میں فوت ہوا کہ اس پر چند روزوں کی قضاء لازم ہو، اسکی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے))۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اگر کوئی فوت ہوا اور اس پر واجب روزے باقی ہوں تو اس کے ولی کیلئے مستحب ہے کہ وہ اپنے اس قریبی رشتہ دار کی طرف سے روزوں کی قضاء کرے، کیونکہ یہ اس کے لئے احسان، بھلائی اور صلہ رحمی ہوگی، اور وہ اس کے ذریعہ اپنے ذمہداری سے بری ہو جائے گا -ان شاءاللہ-۔

ولی سے مراد: میت کا وارث یا اس کا قریبی شخص اور وارث تو سب سے قریبی ہوتا ہی ہے۔

یہ حدیث میت کے ذمہ ہر واجب روزے کے تئیں عام ہے، چاہے شرعی طور پر واجب ہو جیسے: ماہ رمضان کے روزے یا (دو اقوال میں سے ایک کے مطابق) نذر کے سبب واجب ہو (تب بھی)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے (ایک حدیث) وارد ہے آپ فرماتے ہیں کہ: نبی ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ میری والدہ فوت ہو چکی ہیں اور ان پر نذر کے روزے باقی ہیں کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ سکتی ہوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ((تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارے والدہ پر کوئی قرض ہوتا اور اسے تم ادا کرتیں تو کیا وہ ان کی طرف سے ادا ہو جاتا؟))، اس نے کہا: ہاں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ((تم اپنے والدہ

---

(1) اس کی تخریج بخاری (192/4) اور مسلم (1147) نے کی ہے، اور بزار کے یہاں (إن شاء) کا اضافہ ہے، جسے ہیثمی نے مجمع (179/3) میں حسن قرار دیا ہے، اور حافظ ابن حجر نے التلخیص (221/2) میں کہا ہے کہ: ابن لہیعہ کے طریق سے ہونے کے سبب یہ ضعیف ہے، جس سے ان کا مطلب ہے کہ وہ ضعیف ہے اور اس کی تنہا روایت کرنے والے ہیں، واللہ اعلم۔

کی طرف سے روزے رکھو))۔ایک روایت میں انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی نے آکر دریافت کیا: اے اللہ کے رسول میری والدہ فوت ہو چکی ہیں اور ان کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں کیا میں ان کی طرف سے قضاء کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:((اگر آپ کی والدہ پر قرض ہوتا تو آپ اسے پورا کرتے؟))،اس نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا:((تو اللہ کا قرض زیادہ حقدار ہے کہ اسے پورا کیا جائے))۔

ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا:((میری بہن فوت ہو چکی ہے))[1]

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے نذر کے روزوں کی بابت دریافت کیا گیا اور اسی طرح ایک ماہ کے روزوں کے بارے میں بھی پوچھا گیا جس میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ رمضان کے روزے بھی ہو سکتے ہیں اور نذر کے بھی مگر آپ ﷺ نے ہر بار یہی کہا ہے کہ: ((اللہ کا قرض پورا کئے جانے کا زیادہ حق دار ہے))[2] جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار پیش آیا ہے، یاد رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حدیث سے ثابت شدہ عام قاعدے میں سے ایک باب ہے، اور یہ کہ میت پر واجب ہونے والے ہر روزے جس کے قضاء کا اہل وہ اپنی زندگی میں ہو گیا تھا، لیکن اس نے ایسا نہ کیا، اس

(١)ابن عباس کی حدیث بخاری(192/4)اور مسلم(1148)میں ہے،اور امام احمد کی مسند(362/1)میں (وعلیھا صوم شھر) کے لفظ کے ساتھ ہے، دیکھئے: فتح الباري(194/4)،اور دیکھئے: مسند احمد پر احمد شاکر کی تحقیق حدیث نمبر:3420۔

(٢) بعض صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے: ابن عباس اور عائشہ سے کچھ آثار مروی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ میت کی جانب سے نذر کے سوا کوئی اور روزے نہیں رکھے جائیں گے، اور رمضان کے روزوں کے عوض کھانا کھلایا جائے گا، مگر ان آثار کو مرفوع احادیث پر مقدم نہیں کیا جائے گا۔ اور اعتبار راوی کی روایت کا ہوتا ہے نہ کہ اس کے نظریے کا، اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اجتہاد کے سبب اس کی مخالفت کر رہا ہو، اور اس کے دلیل کا علم ہمیں نہ ہو، اور اس سے اس حدیث کا ضعیف ہونا بھی لازم نہیں آتا، اور جب حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو محقق امر کو گمان کیلئے ترک نہیں کیا جاتا، جیسا کہ ثابت شدہ اصولی قاعدہ ہے (دیکھئے: فتح الباری 194/4)، نیل الاوطار(236/4)۔

سلسلے میں یہ مستقل صورتیں ہیں، جسے جو مسئلہ درپیش ہوا اس نے اس کی بابت سوال کیا، اور آپ ﷺ نے ہر سوال کے جواب میں قضاء کا حکم ہی دیا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ((درست بات یہی ہے کہ ولی کا میت کی طرف سے روزہ رکھنا جائز ہے، چاہے رمضان کے فرض روزے ہوں یا نذر کے یا کوئی اور واجب روزے کیونکہ اس سلسلے میں صحیح احادیث وارد ہیں جبکہ انکے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں))۔[1]

یادرہے کہ حدیث عائشہ سے مراد وہ حالت ہے کہ جب انسان اپنے اوپر واجب روزے رکھنے کا مستطیع ہو؛ بایں طور کہ وہ بیماری سے شفایاب ہو گیا ہو، سفر سے واپسی ہو چکی ہو، مگر روزے رکھنے سے پہلے ہی فوت ہو جائے، اس لئے کہ یہ روزہ اس پر واجب ہو چکا تھا، لہذا اسکی قضاء کرنی ہو گی جیسے کہ قرض کی ادائیگی کی جاتی ہے۔

لیکن اگر ان کی قضاء اس کے لئے ممکن نہ تھی باین طور کہ وہ مسلسل بیمار ہی رہا، یا عورت کو (حیض و نفاس کے) مخصوص ایام سے گذرنا پڑا، یا سفر سے واپسی سے قبل ہی فوت ہو گیا، تو ایسے شخص کی جانب سے قضاء نہ ہو گی، اور نہ ہی اس کے ترکہ میں سے کسی کو کھانا کھلایا جائے گا (اکثر اہل علم کے بقول)، کیونکہ یہ چیز عدم قدرت کے سبب اس سے ساقط ہو گئی۔

اگر قریبی شخص میت کی طرف سے روزہ نہ رکھ سکے، تو اس کے ترکہ میں سے اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے، یا ہر مسکین کو اچھے گیہوں میں سے ایک مد (563 گرام) گیہوں دے۔

اور اگر ولی ہر دن کے بقدر مساکین کو ایک ہی دن میں جمع کر کے انھیں پیٹ بھر کھانا کھلائے تو بھی جائز ہے، جیسا کہ حضرت انس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک سال روزہ رکھنے سے کمزور ہو گئے تو انھوں نے کھانا بنایا اور تیس مساکین کو بلا کر انہیں پیٹ بھر کھانا کھلا دیا[2]۔

([1]) المجموع شرح المهذب (٦/ ٣٧٠) مزید دیکھئے: امام نووی کی مسلم شریف پر شرح حدیث نمبر: 1148، 1147۔

([2]) اس کی تخریج گذر چکی ہے۔

اگر میت کا کوئی ترکہ ہی نہ ہو اور اسکی طرف سے کوئی بطور تبرع کھانا کھلادے تو یہ بھی درست ہوگا، اگر کوئی تبرع بھی نہ کرے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا، واللہ اعلم۔

اے اللہ ہمیں حالت اسلام پر موت عطا کر، ہمیں نیک لوگوں میں شامل کر، ہمیں ذلیل نہ کر، ہمیں فتنوں سے محفوظ رکھ، اے اللہ ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرما، اور ہمارے روزوں کو قبول فرما، اور اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اپنی رحمت سے ہمیں ہمارے اعمال کا مکمل بدلہ عطا کر۔ آمین

فہرست

عرض مترجم 3

مقدمہ برائے طبعہ سابعہ 5

مقدمہ 6

پہلی حدیث: وجوب صیام اوراس کی بعض حکمتوں کا بیان 9

دوسری حدیث: صیام کے شرعی مفہوم کا بیان 12

تیسری حدیث: صیام کے بعض فضائل کا بیان 16

چوتھی حدیث: ماہ رمضان کی چند خصوصیات کا بیان 20

پانچویں حدیث: قیام رمضان کا بیان 23

چھٹی حدیث: تلاوتِ قرآن کی فضیلت اوراس کے آداب کا بیان 26

ساتویں حدیث: قرآن پر عمل کے وجوب کا بیان 29

آٹھویں حدیث: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور سخاوت کا بیان 32

نویں حدیث: روزے کی حالت میں بھول کر کھاپی لینے کے حکم کا بیان 35

حدیث نمبر 10: سحری کرنے کا حکم اوراسکی برکت کا بیان 38

حدیث نمبر 11: افطاری کے آداب 41

حدیث نمبر 12: روزے دار کا کن چیزوں سے بچنا ضروری ہے؟ 45

تیرہویں حدیث: روزے دار کے لئے مسواک کی مشروعیت 48

چودھویں حدیث: روزے دار پر قئے کے اثر کا بیان 52

حدیث نمبر15: رمضان کے دنوں میں جماع کے حکم کا بیان 55

سولہویں حدیث: حالت جنابت میں صبح کرنے والے شخص کا روزہ 59

حدیث نمبر17: روزے دار کے لئے مباشرت اور بوس وکنار کا حکم 63

18ویں حدیث: مریض اور مسافر کے روزے کا حکم 66

انیسویں حدیث: حیض اور نفاس والی عورتوں سے متعلق احکام 70

بیسویں حدیث: اعتکاف کا بیان 74

رمضان کے آخری عشرے سے متعلق احادیث 77

پہلی حدیث: آخری عشرے میں اجتہاد کا بیان 77

دوسری حدیث: شب قدر کی فضیلت کا بیان 81

تیسری حدیث: شب قدر کے تلاش کرنے کا بیان 85

چوتھی حدیث: رات کے آخری پہر میں دعاء واستغفار کی فضیلت 88

حدیث نمبر5: جنت اور اس میں داخل ہونے والوں کی بعض صفات 91

-اللہ ہمیں بھی ان لوگوں میں سے بنائے- 91

حدیث نمبر6: جہنم اور جہنمیوں کی چند صفات 95

حدیث نمبر7: توبہ کے وجوب کا بیان 98

حدیث نمبر8: زکاۃ فطر کا بیان 102

حدیث9: روز عید کے شعائر 105

☆رمضان کے بعد کی حدیثیں☆ 108

[پہلی حدیث: ماہ شوال کے چھ روزوں کی فضیلت] 108

حدیث نمبر2: رمضان کے بعد استقامت 112
حدیث نمبر3: رمضان کے روزوں کی قضاء 115
حدیث نمبر4: فوت شدہ شخص کے چھوٹے ہوئے روزے 119
فہرست 123

اردو

مختصر
أحاديث صيام
أحكام وآداب

فضيلة الشيخ

عبدالله صالح الفوزان

مولانا ابوالکلام آزاد یتیم خانہ

مدینہ ہاؤس، بنگلہ نمبر:۸، نزد سمیہ اسکول، چاند نگر، کوسہ، ممبرا، تھانہ، ممبئی، انڈیا۴۰۰۶۱۲۔

رابطہ نمبر: ۹۸۶۹۶۴۴۸۸۶، ۸۳۶۹۶۶۰۴۴۶ ، ۰۲۲۲۵۳۵۰۷۹۹

E-mail: maka.yateemkhana87@gmail.com